مسلمان خواتین کیلئے
اسوۂ صحابیات
از
مولانا عبدالسلام ندوی رحمہ اللہ
مع
مسلمان عورتوں کی بہادری
از
علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ
ادارہ مطبوعات خواتین لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان خواتین کے لئے

اسوۂ صحابیات رضی اللہ عنہن

از:

مولانا عبد السلام ندوی رحمہ اللہ

مع

مسلمان عورتوں کی بہادری

از:

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

ادارہ مطبوعات خواتین پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز' لاہور

کیمرہ مارکیٹ' 42- چیمبرلین روڈ' لاہور فون: 7248726-

نام کتاب ــــــ مسلمان خواتین کے لئے اسوۂ صحابیات رضی اللہ عنہن

تالیف ــــــ مولانا عبد السلام ندوی رحمہ اللہ

ناشر ــــــ ادارہ مطبوعات خواتین، لاہور

قیمت ــــــ 48 روپے

مطبع ــــــ میٹرو پرنٹرز، چیمبرلین روڈ، لاہور

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے بھی مل سکتی ہے:

1. ملک بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، فون: ۷۲۴۷۴۸۰، ۷۲۳۱۳۸۸
2. مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ لاہور
3. ادارہ مطبوعات مجلۃ الدعوہ، الحجاز پلازہ، ایونگ روڈ نیلا گنبد لاہور، فون: ۷۳۱۲۲۰۳
4. اعلیٰ پبلیکیشنز، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۲۴۱۷۷۸ p.p.
5. اسلامک پبلیکیشنز ۱۳-ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، فون: ۷۶۶۴۵۰۴-۷۳۲۵۲۴۳
6. مکتبہ تعمیر انسانیت، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
7. ادارہ مطبوعات طلبہ، 1-اے ذیلدار پارک، اچھرہ لاہور، فون: ۷۵۸۸۴۸۸
8. ادارہ اسلامیات، انار کلی، لاہور، فون: ۷۳۲۴۷۸۵-۷۲۴۳۹۹۱-۷۳۵۳۲۵۵
9. المسعود، شاپ B-۱۰، بلاک B-۴، F-۸ مرکز (ایوب مارکیٹ) اسلام آباد، فون: ۲۶۱۳۵۶
10. مدینہ کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ، فون: ۰۴۳۱-۲۱۹۷۹۱-۲۱۹۷۹۲
11. دی بک ڈسٹری بیوٹرز 152-B خداداد کالونی، کراچی، فون: ۷۷۸۸۱۳۷

مضمون	صفحہ

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

عورتوں کی تعلیم و تربیت کے مسئلہ سے اصولاً کسی کو اختلاف نہیں۔ گفتگو جو کچھ ہے یہ ہے کہ موجودہ دور کی تعلیم و تربیت سے متمتع ہو کر ایک مسلمان عورت دین' اخلاق اور معاشرت کے قدیم اصول کو قائم رکھ سکے گی یا نہیں؟ یا دوسرے الفاظ میں قدیم اسلامی روایات کا تحفظ کر سکے گی یا نہیں؟ جن لوگوں کو مسئلہ تعلیم نسواں سے اختلاف ہے وہ اس شبہہ کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں اور موجودہ دور میں تعلیم یافتہ مردوں نے جو دینی' اخلاقی اور معاشرتی نمونے قائم کئے ہیں ان سے بھی اس شبہہ کی تائید ہوتی ہے۔ غیر قوموں کی تعلیم یافتہ عورتوں نے بھی ہماری خواتین کے لئے کوئی عمدہ نمونہ قائم نہیں کیا ہے اور یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ لیکن اسلام کی قدیم تاریخ ہمارے سامنے مسلمان عورت کا بہترین اور اصلی نمونہ پیش کرتی ہے' اور آج جب کہ زمانہ بدل رہا ہے یورپین تمدن اور یورپین طرز معاشرت سے ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی بے زاری ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر ہماری عورتوں کے سامنے اسلام کی ممتاز اور برگزیدہ خواتین کا نمونہ پیش کر دیا جائے تو ان کی فطری لچک ان سے اور بھی زیادہ متاثر ہو سکے گی اور موجودہ دور کے موثرات سے بے زار ہو کر خالص اسلامی اخلاق' اسلامی معاشرت اور اسلامی تمدن کا نمونہ بن جائے گی۔

اسلام کے ہر دور میں اگرچہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا ہے لیکن ازواج مطہرات طیبات اور اکابر صحابیات رضی اللہ عنہن ان تمام حیثیات کی جامع

ہیں' اور ہماری عورتوں کے لئے انہی کے دینی' اخلاقی' معاشرتی اور علمی کارنامے اسوہ حسنہ بن سکتے ہیں اور موجودہ دور کے تمام معاشرتی اور تمدنی خطرات سے ان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

میں نے "اسوہ صحابہ" کی دونوں جلدوں میں عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو دینی' اخلاقی' معاشرتی اور علمی واقعات جمع کئے ہیں ان میں اگرچہ صحابیات رضی اللہ عنہن کے یہ تمام کارنامے بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں لیکن ان کی اہمیت' ان کی عظمت اور ان کی اسلامی خدمت کے لحاظ سے میں نے ان واقعات کو جو اس کتاب کی دونوں جلدوں میں متفرق طور پر موجود تھے متعدد واقعات کے اضافہ کے ساتھ مختصر مقالہ سے الگ جمع کردیا ہے۔ جس سے ایک طرف تو یہ فائدہ ہوگا کہ صحابیات رضی اللہ عنہن کی دینی' اخلاقی' معاشرتی اور علمی زندگی ایک مستقل حیثیت اختیار کرلے گی' دوسری طرف ہماری عورتوں اور لڑکیوں کے درس' ہدایت اور مطالعہ کے لئے مستند اور موثر واقعات کا ایک مجموعہ مرتب ہوجائے گا۔ جس پر عمل کرکے وہ خالص اسلامی تعلیمات کا بہترین نمونہ بن جائیں گی اور ان کی تعلیم و تربیت کے متعلق جو شبہات ظاہر کئے جارہے ہیں ان کی عملی تردید کرسکیں گی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

عبدالسلام ندوی

شبلی منزل' اعظم گڑھ' ۱۳ دسمبر ۱۹۲۲ء

قبول اسلام

لطافت طبع، رقت قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہیں۔ ان کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پندو موعظت، تعلیم وتربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کرسکتا ہے۔ پھولوں کی پنکھڑیاں نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہیں لیکن تناور درخت کو باد صرصر کے جھونکے بھی نہیں ہلاسکتے، شعاع نگاہ آئینہ کے اندر سے گزر جاتی ہے لیکن پتھروں پر فولادی تیر بھی اثر نہیں کرتے۔ بعینہ یہی حال انسان کا بھی ہے۔ لطیف الطبع اور رقیق القلب آدمی ہر دعوت حق کو آسانی سے قبول کرلیتا ہے لیکن سنگ دل اور غلیظ القلب لوگوں پر بڑے بڑے معجزے بھی اثر نہیں کرتے۔ اس فرق مراتب کی جزئی مثالیں ہر جگہ مل سکتی ہیں لیکن اشاعت اسلام کی تاریخ تمام تر اسی قسم کی مثالوں سے لبریز ہے۔ کفار میں ہم کو بہت سے اشقیاء کا نام معلوم ہے جنہوں نے ہزاروں کوششوں کے بعد بھی اللہ ذوالجلال والاکرام کے آگے سر نہیں جھکایا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سینکڑوں بزرگ ہیں جو توحید کی آواز سننے کے ساتھ ہی اسلام کے حلقے میں داخل ہوگئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اس فضیلت میں شریک ہیں اور نہ صرف شریک ہیں بلکہ ان سے سبق واقدام ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بغیر کسی قسم کی کدوکاوش اور جبرواکراہ کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی اپنے اللہ کے آگے سر جھکایا۔ "تاریخ ابن خمیس" میں سیدنا رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں دوشنبہ کے دن مبعوث ہوا اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے اس دن کے آخری حصہ میں نماز پڑھی اور علی نے دوسرے دن منگل کو

نماز پڑھی۔ اس کے بعد زید بن حارثہ اور ابوبکر شریک نماز ہوئے۔" (صفحہ:۲۸۶)

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آفتاب رسالت سے پہلے دن جو شعاع افق عالم پر چمکی وہ ایک رقیق القلب صالح خاتون کے سینہ پر نور سے چھن کر نکلی۔

اعلان اسلام

ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کرنے سے زیادہ اظہار اسلام کے لئے ہمت' شجاعت اور جسارت کی ضرورت تھی لیکن باوجود کفار کی روک ٹوک اور جوروستم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی نہایت جرات و بے باکی کے ساتھ اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ چنانچہ ابتداء میں جن سات بزرگوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا ان میں چھ آدمی یعنی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ' سیدنا بلال رضی اللہ عنہ' سیدنا خباب رضی اللہ عنہ' سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ' سیدنا عمار رضی اللہ عنہ مرد تھے اور ساتویں ایک غریب صحابیہ یعنی سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔
(تاریخ خمیس' ص ۲۵۷)

صحابیات رضی اللہ عنہن نے اپنی نیک طینتی سے صرف آسانی کے ساتھ اسلام ہی کو قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام کی اشاعت بھی کی۔ چنانچہ صحیح بخاری' کتاب التیمم میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سفر میں ایک عورت کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے پاس پانی کے مشکیزے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی ہی کی ضرورت سے اس کو پکڑا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی لیا تو اس کی قیمت ادا فرمائی۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دیانت سے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین آگیا اور اس اثر سے اس کا تمام قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا۔

قطع علائق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو ان کے تمام رشتے ناتے منقطع ہوگئے لیکن اس سے ان کی قوت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ صحابیات رضی اللہ عنہن کی حالت اس معاملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ نازک تھی۔ انسان اگرچہ اپنے تمام اعزہ واقارب کی اعانت کا محتاج ہوجاتا ہے لیکن عورت کی زندگی کا دارومدار شوہر کی اعانت وامداد پر ہوتا ہے اور وہ کسی حالت میں بھی اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے قطع تعلق کرکے زندگی بسر کرسکتا ہے' جبکہ عورت شوہر سے جدا ہوکر بالکل بے کس وبے چارہ ہوجاتی ہے لیکن باایں ہمہ صحابیات رضی اللہ عنہن نے اسلام کے لئے اس نازک رشتے کو بھی منقطع کیا اور اپنے کافر شوہروں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہوگئیں۔

عقائد

توحید

کفار نے صحابیات رضی اللہ عنہن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں لیکن ان کی زبان سے سوائے کلمہ توحید کے اور کچھ نہیں نکلا۔ سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا ایمان لائیں تو ان کے اعزہ اقارب نے ان کو دھوپ میں لے جاکر کھڑا کردیا' اس حالت میں جب کہ وہ دھوپ میں جل رہی تھیں۔ جب اس مصیبت میں تین دن گزر گئے تو ظالموں نے کہا کہ جس دین پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو۔ وہ اس قدر بدحواس ہوگئی تھیں کہ ان جملوں کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔ اب ان ظالموں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھاکر بتایا تو سمجھیں کہ توحید الٰہی کا انکار مقصود ہے۔ بولیں: "اللہ کی قسم! میں تو اب بھی اس پر قائم ہوں۔"

(طبقات ابن سعد' تذکرۂ سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا)

شرک سے علیحدگی

عورتیں قدیم رسم و رواج اور قدیم عقائد کی نہایت پابند ہوتی ہیں۔ عرب میں مشرکانہ عقائد ایک مدت سے پھیل کر قلوب میں راسخ ہوگئے تھے لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن نے اسلام لانے کے ساتھ ہی شدت کے ساتھ ان عقائد کا انکار کیا۔ اہل عرب کا خیال تھا کہ جو لوگ بتوں کی برائی بیان کرتے ہیں وہ مختلف امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس لئے سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا اسلام لانے کے بعد اندھی ہوگئیں تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ انکو "لات اور عزیٰ" نے اندھا کردیا۔ لیکن انہوں نے صاف صاف

کہہ دیا کہ "لات وعزیٰ کو اپنے پوجنے والوں کی کیا خبر؟ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔"
(اسد الغابہ' تذکرۂ سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا)

جاہلیت کے زمانہ میں لوگ بچوں کے بچھونوں کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا: "رسول اللہ ﷺ ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔" (ادب المفرد' باب الطیر زمن الجن)

عرب میں شرک کا اصلی مرکز بت تھے' جو گھر گھر میں نصب تھے لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن نے ہر موقع پر ان سے تبریٰ ظاہر کی۔ چنانچہ سیدہ ہند بنت عتبہ (رضی اللہ عنہا) جب ایمان لائیں تو گھر میں بت نصب تھا۔ اس کو توڑ پھوڑ ڈالا اور کہا کہ: "ہم تیری نسبت بڑے دھوکے میں مبتلا تھے۔" (طبقات ابن سعد' تذکرۂ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا)

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے کہا: "ابو طلحہ! کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ جس خدا کو یعنی بت کو تم پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے (یعنی لکڑی کا بت) جو زمین سے اگا ہے۔ اس کو فلاں حبشی نے گھڑ کر تیار کیا ہے۔" بولے: "مجھے معلوم ہے۔" بولیں: "کیا تمہیں اس عبادت سے شرم نہیں آتی۔" چنانچہ جب تک انہوں نے بت پرستی سے توبہ کر کے کلمہ توحید نہیں پڑھا انہوں نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا۔ (طبقات ابن سعد' تذکرۂ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد نہ صرف صحابیات رضی اللہ عنہن کے لوح دل پر نقش فی الحجر تھا بلکہ ان کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے دل پر بھی یہ عقیدہ

نہایت شدت سے راسخ ہوگیا تھا۔ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کو بددعا دے دی کہ تیرا سن زیادہ نہ ہو۔ اس نے شدت اعتقاد کی بناء پر اس کا یقین کرلیا اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ بددعا دی ہے۔ اب میرا سن نہ بڑھے گا۔" وہ بدحواس ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ "آپ نے میری یتیمہ کو یہ بددعا دے دی۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا: "میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں۔ بس جس کو میں ایسی بددعا دوں جس کا وہ مستحق نہیں ہے تو یہ اس کے لئے پاکی، تزکیہ اور نیکی ہوگی۔" (مسلم، کتاب البر والصلہ الآداب، باب من لعنہ النبی وسبہ ودعا علیہ)

عبادات

ابواب الصلوۃ

پابندی صلوٰۃ باجماعت

اگرچہ عورتوں پر جماعت کی پابندی فرض نہیں ہے اور اس بناء پر بعض غیور صحابہ (رضی اللہ عنہم) جماعت میں اپنی عورتوں کی شرکت پسند بھی نہیں کرتے تھے، تاہم بعض صحابیات (رضی اللہ عنہن) پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا تھااور وہ مناسب اوقات میں نمازباجماعت ادا فرماتی تھیں۔ سیدنا عمرؓ کی بی بی برابر عشاء اور فجر کی نماز میں شریک جماعت ہوتی تھیں۔ ایک دن ان سے لوگوں نے کہا کہ "تمہیں معلوم ہے کہ عمراس کو پسند نہیں کرتے، پھرکیوں ایسا کرتی ہو؟" بولیں: "تو پھرروک کیوں نہیں دیتے۔"

(بخاری، باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرہم)

نماز جمعہ

عورتوں پر اگرچہ باجماعت نماز جمعہ فرض نہیں ہے تاہم صحابیات رضی اللہ عنہن اس دن کی بہت عزت کرتی تھیں اور اس کی برکتوں میں عمدہ طریقوں سے شریک ہوتی تھیں۔ ایک صحابیہ تھیں جو اپنے کھیتوں میں چقندر بویا کرتی تھیں۔ جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اس کو پکاکر نماز جمعہ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھلاتی تھیں۔ (بخاری، کتاب الجمعۃ فی قول اللہ عزوجل "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ")

نماز اشراق

نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے تمام عمر میں صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بعض صحابیات رضی اللہ عنہن نے اس کا التزام کرلیا تھا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن میں خود پڑھتی ہوں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی چیزوں کو پسند فرماتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے کہ امت پر فرض نہ ہوجائیں۔ (مسلم' کتاب الصلوٰۃ ' باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ)

تہجد و رات کی نماز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تہجد پڑھتے تھے تو اس میں صحابیات رضی اللہ عنہن بھی شریک ہوتی تھیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کو تہجد کے لئے اپنے اہل وعیال کو جگاتے تھے تو یہ آیت پڑھتے تھے: ﴿ وَامُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴾ (موطا' کتاب الصلوٰۃ ' باب فی صلوٰۃ اللیل)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے۔ ایک میں خود' دوسرے میں ان کی بیوی اور تیسرے میں ان کا خادم تہجد پڑھتا تھا اور ایک دوسرے کو جگاتا تھا۔ (بخاری' کتاب الاطعمہ ' باب الخشف)

ابواب الزکوٰۃ والصدقات

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کو اللہ کی مرضی ان سے زیادہ عزیز تھی۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں سونے

کے موٹے موٹے کنگن تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ "تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟" بولیں: "نہیں۔" فرمایا: "تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ قیامت کے دن اس کے بدلے میں اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے۔" انہوں نے یہ سنا تو فوراً کنگن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیئے کہ یہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ (ابوداؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب الکنز ماھو زکوٰۃ الحلی)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ عید میں صدقہ وخیرات کی ترغیب دی۔ صحابیات رضی اللہ عنہن کا مجمع تھا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے کان کی بالیاں' گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک پھینکتی جاتی تھیں۔ (ابوداؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب الکنز ماھو زکوٰۃ الحلی) سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس صرف ایک ہی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کو فروخت کیا اور روپیہ گود میں لے کر بیٹھیں۔ اسی حالت میں ان کے شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ "روپیہ مجھے دے دو" بولیں: "میں نے تو اس کا صدقہ کردیا۔"

(ابوداؤد' کتاب الصلوٰۃ' باب الخطبہ وباب الصلوٰۃ بعد صلوٰۃ العید)

اعزہ واقارب پر صدقہ کرنا

ایک بار سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بی بی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ تم نادار ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں' تمہیں کو دوں گی۔" لیکن سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں جاؤ۔ وہ آئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دوسری صحابیہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ دونوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے

ذریعے سے پوچھوایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں اور چند یتیموں پر جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو دو۔ دو ثواب ملیں گے' ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔"

ایک بار سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اگر میں ابوسلمہ کے لڑکوں پر صدقہ کروں تو مجھ کو ثواب ملے گا؟ میں ان کو چھوڑ نہیں سکتی کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں ثواب ملے گا۔"

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ماں کو ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی۔ ماں کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت دریافت کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدقے کا ثواب تمہیں مل چکا اور اب وہ لونڈی تمہاری وراثت میں داخل ہوگئی ہے۔" (مسلم' کتاب الآداب' باب جواز ارواف المراۃ الاجنیتہ)

محتاج کی حسب حاجت امداد

صحابیات رضی اللہ عنہن موت وحیات دونوں حالتوں میں اہل حاجت کی اعانت و امداد فرماتی تھیں۔ غزوۂ احد میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اپنے بھائی سیدنا حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے کفن کے لئے دو کپڑے لائیں' لیکن ان کی لاش کے پاس ایک انصاری کی لاش بھی اسی طرح برہنہ (ان کا اوپر کا دھڑ ننگا تھا) نظر آئی۔ دل میں شرمائیں کہ حمزہ دو کپڑوں میں کفنائے جائیں اور انصاری کے لئے ایک کپڑا بھی نہ ہو۔ ناپا تو ایک قد بڑا نکلا۔ مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا اور جو کپڑا جس کے حصے میں پڑا وہ اسی میں کفنایا گیا۔

(ابوداؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا)

ابواب الصوم

صائم الدہر رہنا

آج ہماری عورتیں صوم فرض میں بھی لیت ولعل کرتی ہیں لیکن بعض صحابیات رضی اللہ عنہن صائم الدہر رہتی تھیں یعنی ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلامتی کی دعا فرمائی۔ اخیر میں عرض کی کہ کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیں کہ اللہ مجھے اس سے نفع دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دیا اور انہوں نے متصل روزہ رکھنے کا التزام کرلیا۔ ان کے ساتھ ان کے خادم اور بی بی نے بھی اس عمل صالح میں شرکت کی اور روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت ہو گئی۔ اگر کسی دن ان کے گھر میں دھواں اٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ آج ان کے گھر میں کوئی مہمان آیا ہے' ورنہ اس گھر میں دن کا کھانا کیونکر پک سکتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل' جلد ۵' ص ۲۵۵)

نفلی روزے

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نفلی روزے رکھتی تھیں' جس سے ان کے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے روکا تو سخت ناگوار ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر شکایت کی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔ (ابوداؤد' کتاب الصیام' باب المراۃ تصوم بغیر اذن زوجہا)

مردوں کی جانب سے روزہ رکھنا

صحابیات رضی اللہ عنہن نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی روزہ رکھتی تھیں۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس پر روزے فرض تھے کیا میں ان کو پورا کر دوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ (بخاری' کتاب الصوم' باب من مات و علیہ صوم)

اعتکاف

صحابیات رضی اللہ عنہن کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا خیمہ الگ نصب کروایا۔ ان کی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی خیمے نصب کروائے۔ (ابوداؤد' کتاب الصیام' باب فی الاعتکاف)

ابواب الحج

حج

فرائض اسلام میں اگرچہ حج صرف ایک بار فرض ہے لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کو ایک بار کے حج سے کیا تسکین ہو سکتی تھی! اس لئے تقریباً ہر سال فریضہ حج ادا کرتی تھیں۔ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہترین جہاد حج مبرور ہے۔" اس کے بعد سے ان کا کوئی سال حج سے خالی نہ گیا۔ (بخاری' کتاب الحج' باب حج النساء)

صحابیات رضی اللہ عنہن جس ذوق و شوق سے حج ادا کرتی تھیں اس کا موثر منظر

حجتہ الوداع میں دنیا کو نظر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان حج کیا تو سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اگرچہ حاملہ تھیں لیکن وہ بھی روانہ ہوئیں۔

بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم حجتہ الوداع کی شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو ایک صحابیہ جلدی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ہودج سے اپنے بچے کو نکال کر پوچھا: "کیا اس کا حج بھی ہو سکتا ہے؟" فرمایا: "ہاں' تمہیں اس کا بھی ثواب ملے گا۔"

(ابوداؤد' کتاب المناسک' باب فی الصبی الحج)

صحابیات رضی اللہ عنہن فریضہ حج کے ادا کرنے میں طرح طرح کا التزام مالایلتزم کرتی تھیں۔ ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پیادہ بھی چلو اور سوار بھی ہولو۔"

(بخاری' کتاب الحج' باب وجوب الحج وفضلہ)

اگر کسی مجبوری سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا تھا تو صحابیات رضی اللہ عنہن کو سخت صدمہ ہوتا تھا۔ حجتہ الوداع میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ فرمایا: "کیا ماجرا ہے؟" بولیں کہ میں نے اب تک حج نہیں کیا تھا۔ فرمایا: "سبحان اللہ! یہ تو فطری چیز ہے۔ تمام مناسک حج ادا کرلو' صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو۔"

(ابوداؤد' کتاب المناسک' باب فی افراد الحج)

ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرنا

صحابیات رضی اللہ عنہن نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتی تھیں۔ حجتہ الوداع کے زمانہ میں ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ "میرے باپ پر حج فرض ہوگیا ہے لیکن وہ بڑھاپے

کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کردوں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔ (بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ)

ایک صحابیہ کی والدہ کا انتقال ہوچکا تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ "میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی جانب سے یہ فرض ادا کردوں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دے دی۔
(مسلم، کتاب الصوم، باب قضاء الصیام عن المیت)

عمرہ ادا کرنا

عمرہ فرض ہو یا نہ ہو لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھیں اور جب وہ فوت ہوجاتا تھا تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا۔ جب حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس ہدی نہ ہو وہ عمرہ ادا کرسکتے ہیں، تو خیمے میں آکر دیکھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں۔ وجہ پوچھی تو بولیں کہ "میں ضرورت نسوانی سے مجبور ہوں لیکن لوگ دو دو فرض (حج و عمرہ) کا ثواب لے کر جاتے ہیں اور میں صرف ایک کا۔" فرمایا: "کوئی حرج نہیں، اللہ تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائے گا۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ساتھ کردیا اور مقام تنعیم میں انہوں نے جاکر عمرہ کا احرام باندھا اور آدھی رات کو فارغ ہوکر آئیں۔ (بخاری، ابواب العمرہ، کتاب الحج)

ابواب الجہاد

شوق شہادت

عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی، اس

لئے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا۔ سیدہ ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ جب غزوۂ بدر پیش آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ "مجھ کو شریک جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید مجھے بھی درجہ شہادت حاصل ہو جائے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گھر میں ہی رہو' اللہ تمہیں اسی میں شہادت دے گا۔" یہ معجزانہ پیش گوئی کیونکر غلط ہو سکتی تھی۔ انہوں نے دو غلام مدبر کئے تھے۔ (مدبر ان غلاموں کو کہتے ہیں جن سے آقا کہہ دیتا ہے کہ وہ ان کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں گے۔ اس لئے قدرتی طور پر یہ لوگ آقا کی موت کے متمنی ہوتے ہیں۔) دونوں نے ان کو شہید کر دیا کہ جلد آزاد ہو جائیں۔ (ابوداؤد' کتاب الصلوٰۃ' باب امامتہ النساء)

عمل بالقرآن

صحابیات رضی اللہ عنہن پر قرآن مجید کا شدت سے اثر پڑتا تھا۔ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَبِهٖ﴾ "جو شخص کوئی بھی برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔" نہایت سخت ہے۔ ارشاد ہوا کہ "عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تم کو خبر نہیں کہ مسلمان کے پاؤں میں اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ اس کے اعمال بد کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔" بولیں: اللہ تو کہتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ "اللہ ذرا ذرا سی برائی کا حساب لے گا۔"

فرمایا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گا۔ عذاب اسی کو دیا جائے گا جس کے حساب میں ردوقدح ہوگی۔" (ابوداؤد' کتاب الجنائز' باب الامراض

المکفرۃ الذنوب)

اس اثر پذیری کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابیات رضی اللہ عنہن نہایت سرعت کے ساتھ قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتی تھیں۔ سیدنا ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا' اس لئے زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق ان کو حقیقی بیٹے کے حقوق حاصل ہو گئے تھے لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ﴾ "ان کو ان کے حقیقی باپوں کے بیٹے کہہ کر پکارو۔"

نازل ہوئی تو ان کی بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ "سالم پہلے ہمارے ساتھ گھر میں رہتے تھے اور ان سے کوئی پردہ نہ تھا' اب آپ کا کیا حکم ہے؟" فرمایا کہ "(اپنا) دودھ (کسی چیز میں نکال کر) پلا دو' وہ تمہارے رضاعی بیٹے ہو جائیں گے۔" (ابوداؤد' کتاب النکاح' باب من حرم بہ)

زمانہ جاہلیت میں عرب کی عورتیں نہایت بے پرواہی کے ساتھ دوپٹہ اوڑھتی تھیں۔ اس لئے سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ "عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں کو اپنے سینوں پر ڈال لیں۔"

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہ بند اور متفرق کپڑوں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور اپنے آپ کو سیاہ چادروں سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق "یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سر کوؤں کے آشیانے بن گئے ہیں۔"

(ابوداؤد' کتاب اللباس' باب فی قول اللہ تعالیٰ ولیضربن بخمرہن)

منہیات شرعیہ سے اجتناب

مزامیر سے اجتناب

راگ باجا تو بڑی چیز ہے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ اونٹ کی گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔ اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ "ٹھہر جاؤ تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے" اور اگر سن لیتیں تو کہتیں کہ "تیزی کے ساتھ چلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں۔" (مسند ابن حنبل' جلد ۶' ص ۱۵۲)

ایک بار ایک لڑکی ان کے گھر میں گھنگرو پہنے ہوئے داخل ہوئی۔ گھنگرو کی آواز سننے کے ساتھ ہی بولیں کہ "گھنگرو پہنے ہوئے وہ میرے پاس نہ آنے پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس گھر میں اس قسم کی آوازیں آتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے۔" (ایضاً' ص ۲۴۲)

مشتبہات سے اجتناب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو چیز مشتبہ ہے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو مشتبہ نہیں ہے۔ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی لیکن ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دے گا وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہو گا اور جو شخص مشتبہ گناہوں کا مرتکب ہو گا بہت ممکن ہے کہ وہ کھلے ہوئے گناہوں کا مرتکب ہو جائے۔ گناہ اللہ کی چراگاہ ہے اور جو شخص چراگاہ کے آس پاس چرائے گا ممکن ہے کہ اس کے مویشی اس میں پڑ جائیں۔" صحابیات رضی اللہ عنہن اس حدیث پر نہایت شدت سے عامل تھیں۔ ایک صحابیہ نے اپنی لونڈی کو اپنی ماں پر

صدقہ کر دیا تھا۔ وہ مر گئیں تو اس لونڈی کی حالت مشتبہ ہو گئی۔ صدقہ کر چکی تھیں اور صدقہ کا مال واپس لینا جائز نہیں۔ ماں اس کی مالک ہو گئی تھیں اور اس کے مرنے کے بعد یہ اس کی وارث ہو گئی تھیں' اس لئے وہ ان کو وراثت میں مل سکتی تھی۔ اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور واقعہ بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں صدقہ کا ثواب مل چکا اور اب وہ تمہاری وراثت میں آگئی ہے۔" (ابوداؤد' کتاب الوصایا' باب ماجاء فی الرجل یھب ابھتہ ثم یوصی لہ)

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں قتیلہ کافرہ تھیں اور سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت ہی میں ان کو طلاق دے دی تھی۔ ایک بار وہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس متعدد چیزیں ہدیہ لے کر آئیں۔ چونکہ یہ کافرہ کا ہدیہ تھا اس لئے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو قبول کرنے سے انکار کیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی۔ (طبقات ابن سعد' تذکرہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا)

✪

دینی زندگی کے مظاہر مختلفہ

تسبیح و تہلیل

تسبیح و تہلیل پاک دینی زندگی کی مخصوص علامت ہے اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں یہ علامت پائی جاتی ہے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ "اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں اس سے آسان ترکیب بتاتا ہوں۔" اس کے بعد ایک دعا بتا دی۔

(ابوداؤد' ابواب تفریع شہر رمضان' باب التسبیح بالحصی)

مقامات مقدسہ کی زیارت

حصول برکت کا شوق صحابیات رضی اللہ عنہن کو مقامات مقدسہ کی طرف کھینچ لے جاتا تھا۔ ایک بار ایک صحابیہ بیمار ہوئیں اور یہ نذر مانی کی "اگر اللہ شفا دے گا تو بیت المقدس میں جاکر نماز پڑھوں گی۔" صحت یاب ہوئیں، تو سامان سفر تیار کیا اور رخصت ہونے کے لئے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میری مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے۔" (مسلم' باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینہ و مکہ)

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پیدل جانے کی نذر مانی تھی۔ ابھی نذر پوری کرنے بھی نہیں پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا کہ "ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔"

(مؤطائے امام مالک' باب الرجل یحلف بالمشی الی بیت اللہ)

فرائض دینی ادا کرنے میں جسمانی تکلیفیں اٹھانا

شوق عبادت ہر قسم کی جسمانی تکلیفوں کو آسان کر دیتا ہے اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں یہ شوق موجود تھا۔ اس لئے وہ ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرتی تھیں اور فرائض اسلام کو بخوشی ادا کرتی تھیں۔ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ برابر مصروف نماز رہتی تھیں۔ جب تھک جاتی تھیں تو ستون مسجد میں ایک رسی باندھ رکھی تھی' اس سے لٹک جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا: "ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہئے جو ان کی طاقت میں ہو۔ اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہئے۔" چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھینکوا دی۔"
(ابوداؤد' کتاب الصلوٰۃ' باب النعاس فی الصلوۃ)

پابندی قسم

ہم لوگ بات چیت پر قسم کھایا کرتے ہیں اور ہم کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے' لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن بہت کم قسم کھاتی تھیں' اور جس بات پر قسم کھالیتی تھیں اس کو پورا کرتی تھیں۔ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناراض ہو گئیں اور قسم کھالی کہ اب ان سے بات چیت نہ کریں گی لیکن جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے معافی مانگ لی اور دوسرے صحابہ نے بھی ان کی سفارش کی تو رو کر کہنے لگیں:

"میں نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے۔"

بالاخر اصرار وسفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا تو کفارۂ قسم میں ۴۰ غلام آزاد کئے۔ (بخاری' کتاب الادب' باب الہجرہ)

✪

اطاعت وحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

برکت اندوزی

صحابیات رضی اللہ عنہن ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے برکت اندوز ہوتی رہتی تھیں۔ اس لئے جو بچہ پیدا ہوتا صحابیات رضی اللہ عنہن سب سے پہلے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے' اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ (مسلم' کتاب الفضائل' باب فی قرب النبی من الناس و تبرکم)

محافظت یادگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاروں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب کوئی شخص آپ کے خاندان میں بیمار ہوتا تھا تو شفاء حاصل کرنے کے لئے اس کو دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔ (مسند ابن حنبل' جلد ۶' ص ۳۴۸)

جن کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہ بند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ "اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کپڑوں میں داعی اجل کو لبیک کہا تھا۔" (ابوداؤد' کتاب اللباس' باب فی لبس الصوف والشعر)

ایک بار ایک صحابیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد جس مشکیزہ سے پانی پیا اس کو انہوں نے محفوظ رکھا۔ جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا برکت حاصل کرنے کا موقع آتا تو وہ اس سے پانی پیتی اور پلاتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد' تذکرۂ سیدہ ام نیاز رضی اللہ عنہا)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کو نچوڑ کر ایک شیشی میں بھرلیتی تھیں اور اس کو محفوظ رکھتی تھیں۔ (بخاری' کتاب الاستیذان' باب من زار قوما فقال عندہم)

غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا۔ وہ اس کی اس طرح قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہیں کیا اور جب ان کا انتقال ہوا تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔ (مسند ابن حنبل' جلد ۶' ص ۳۸۰)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے۔ گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار کے رکھ لیا۔ (ابوداؤد' کتاب اللباس' باب فی لبس الصوف والشعر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے۔ اس غرض سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بستر اور ایک خاص تہہ بند بنوا لیا تھا' جس کو پہن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرماتے تھے۔ یہ یادگاریں ایک مدت تک آپ کے خاندان میں محفوظ رہیں' اخیر میں مروان نے ان سے لے لیں۔ (طبقات ابن سعد' تذکرۂ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا)

ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و عظمت کے لحاظ سے تمام کپڑے زیب تن کر لیتیں۔ ایک صحابیہ فرماتی ہیں:

"میں نے تمام کپڑے پہن لئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔" (ابوداؤد' کتاب الطلاق' باب فی عدہ الحامل۔ اسد الغابہ' تذکرۂ سیدہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا)

اگر نادانستگی کی حالت میں بھی کوئی کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف منہ سے نکل جاتا تو اس کی معافی چاہتیں۔ ایک صحابیہ کا بچہ مرگیا اور وہ اس پر رو رہی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو فرمایا: "اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔" بولیں: "آپ کو میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا تھا۔" (ابوداؤد' کتاب الجنائز' باب الصبر عند الصدمہ)

حمایت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی آرزو رکھتی تھیں۔ سیدنا طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروئی بنت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہا) کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ "تم نے جس شخص کی حمایت کی وہ اس کا سب سے بڑا مستحق تھا۔ اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑتیں۔" (استیعاب' تذکرۂ سیدنا طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ)

خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتی تھیں۔ سیدہ سلمٰی رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ انہوں نے اس استقلال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی کہ ان کو خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔ (ابوداؤد' کتاب الطب' باب الحجامہ)

سفینہ سیدہ سلمٰی رضی اللہ عنہا کی والدہ کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں صرف کرے۔ اس نے کہا: "اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تا نفس واپسیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتی۔" (ایضاً' کتاب العتق' باب فی العتق علی الشرط)

ہیبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پر عظمت روحانیت سے صحابیات رضی اللہ عنہن اس قدر مرعوب ہو جاتی تھیں کہ جسم پر رعشہ پڑ جاتا تھا۔ ایک بار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خشوع و خضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔
(شمائل ترمذی' باب ماجاء فی حلیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں رطب اللسان رہتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو لڑکیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی پھرتی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار

یاحبذا محمداﷺ من جار

ترجمہ: "ہم خاندان بنو نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔"

پردہ نشین عورتیں یہ اشعار پڑھتی تھیں:

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

ترجمہ: "ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔"

وجب الشکر علینا

مادعٰی للّٰہ داعی

ترجمہ: "جب تک دعا کرنے والے دعا کریں ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب رخصت ہو کر آئیں تو چھوکریاں دف بجا بجا کر واقعات بدر کے متعلق اشعار گاتی تھیں۔ ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ گایا:

وفینا نبی یعلم مافی غد

ترجمہ: "ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔"

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اور کہا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔"

(بخاری' کتاب النکاح' باب ضرب الدف فی النکاح)

پابندی احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نہایت شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے علاوہ باقی اعزہ کے سوگ کے لئے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے۔ صحابیات رضی اللہ عنہن نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا

انتقال ہوا تو چوتھے دن کچھ عورتیں ان سے ملنے آئیں۔ انہوں نے ان سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا کہ مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ کرنا جائز نہیں۔" اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کا انتقال ہوا تو انہوں نے تین روز کے بعد تیل لگایا' خوشبو ملی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل مقصود تھی۔ (ابوداؤد' کتاب الطلاق' باب احداد المتوفی عنہا زوجہا)

ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا۔ انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انہوں نے اس کو بٹھا کر خوب کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق و امتیاز پر اعتراض کیا تو بولیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"لوگوں کو ان کے درجہ پر رکھو۔"

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے' دیکھا کہ راستے میں مرد عورت مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "پیچھے رہو' تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں۔" اس کے بعد عورتوں کا یہ حال ہو گیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

(ابوداؤد' کتاب الادب' باب فی مشی النساء فی الطریق)

رضامندی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کی ہمیشہ فکر رہتی تھی۔ اس لئے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جاتے تھے تو ہر ممکن تدبیر سے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رضامند کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حجتہ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو امہات المومنین رضی اللہ عنہن ساتھ تھیں۔ اتفاق سے راستہ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا۔ وہ رونے لگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرزنش فرمائی اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا اور خود خیمہ نصب کروایا۔ اب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ "آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کا دن آپ کو دیتی ہوں۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی اور دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ پھر اس پر پانی کے چھینٹے دیئے کہ خوشبو خوب پھیلے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ (رضی اللہ عنہا)! یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے۔" بولیں:
﴿ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ "یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔" (مسند ابن حنبل، جلد ۶، ص ۳۳۸)

تفویض الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عورت کے لئے نکاح کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن نے اپنے آپ کو بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ اس لئے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس سے چاہتے تھے ان کا نکاح کردیتے تھے اور وہ بخوشی اس کو قبول کرلیتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ جن سے ایک طرف تو سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ جو نہایت دولت مند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے' دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی لیکن سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا کہ "میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے' جس سے چاہے نکاح کر دیجئے۔" (نسائی' کتاب النکاح الخطبہ فی النکاح)

سیدنا جبیب رضی اللہ عنہ ایک ظریف الطبع صحابی تھے' جو راستوں میں بھی ظرافت اور مذاق کی باتیں کرتے تھے' اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک انصاری لڑکی سے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے کہا کہ "اس کی ماں سے مشورہ کرلوں۔" ماں نے سیدنا جبیب رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو انکار کیا لیکن لڑکی نے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جا سکتی۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دو' اللہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔"

(مسند احمد بن حنبل' جلد ۴' ص ۲۳۲)

ضیافت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اگر خوش قسمتی سے صحابیات رضی اللہ عنہن کو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کا موقع ملتا تو نہایت عزت' محبت اور ادب کے ساتھ اس فرض کو بجا لاتیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے تو انہوں نے دعوت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور وہیں قیلولہ فرمایا۔

(ابو داؤد' کتاب الجہاد' باب فی رکوب البحر فی الغزو)

ایک بار ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ دعوت کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردے سے سر نکال کر کہا کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ پر اور میرے شوہر پر درود بھیجتے جائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔"

(مسند ابن حنبل' جلد ۳' ص ۳۹۸)

بعض صحابیات رضی اللہ عنہن خود کوئی نئی چیز پکا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ ایک بار سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا اور اس کی روٹیاں تیار کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کیا ہے؟" بولیں: "ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے۔ میں نے چاہا کہ آپ کے لئے بھی اسی قسم کی روٹیاں تیار کروں۔" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال زہد و تقشف سے فرمایا: "آٹے میں چوکر ملا کر پھر گوندھو۔" (سنن ابن ماجہ' کتاب الاطعمہ)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن کے دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز تھے اور وہ اس کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتی تھیں۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو فرط محبت سے کہتیں: "میں آپ پر قربان۔" (نسائی' کتاب الحیض' باب شہود الحیض العید بن دوعوت المسلمین)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات رضی اللہ عنہن فرط محبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی اور سلامتی کے لئے نذریں مانتی تھیں۔ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ نے

کہا کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو صحیح و سالم واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجا بجا کر گیت گاؤں گی۔"

(ترمذی، کتاب المناقب، مناقب ابی حفص سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

شوقِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیات رضی اللہ عنہن کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مستفیض ہونے کا نہایت شوق رہتا تھا۔ سیدہ قیلہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا اور اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد تھیں۔ اس لئے ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھایا۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۂ سیدہ قیلہ رضی اللہ عنہا)

✪

فضائل اخلاق

غیرت اور شرم وحیاء

فیض تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات رضی اللہ عنہن کے ایک ایک فرد کو غیرت، خودداری اور عزت نفس کا مجسمہ بنا دیا تھا۔ اس لئے وہ کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتی تھیں۔ ماں باپ سے مانگتے ہوئے کسی کو شرم نہیں آتی لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کی غیرت اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھی کہ ماں باپ سے بھری محفل میں سوال کیا جائے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج سے تنگ آگئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے۔ حاضر خدمت ہوئیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام مانگیں۔ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں، تو شرم کے مارے واپس آگئیں۔ (ابوداؤد، کتاب الآداب، باب فی التسبیح)

ایثار

فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور وہ صحابیات رضی اللہ عنہن میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں اپنی قبر کے لئے جگہ مخصوص کر رکھی تھی لیکن جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تو انہوں نے یہ تختہ جنت ان کو دے دیا اور فرمایا:

"میں نے خود اپنے لئے اس کو محفوظ رکھا تھا لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی

ہوں۔" (بخاری' کتاب المناقب' باب قضیہ البیعۃ)

ایک دن وہ روزہ سے تھیں۔ گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک مسکین عورت آئی۔ انہوں نے لونڈی سے کہا کہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے کہا: "روزہ افطار کس چیز سے کریں گی؟" بولیں: "دے دو۔" شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ لونڈی کو بلا کر کہا: "یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔"

(موطا امام مالک' کتاب الجامع' باب الترغیب فی الصدقہ)

فیاضی

صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح اسلام کو صحابیات رضی اللہ عنہن کی فیاضی سے بھی بہت کچھ ثبات واستحکام حاصل ہوا۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنا نخلستان خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ آ جاتا تھا اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔ سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو اس فیاضی سے روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی۔

(بخاری' کتاب المناقب' باب مناقب قریش)

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اس سے بھی زیادہ فیاض تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں' جب معتدبہ سرمایہ جمع ہو جاتا تھا اس کو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کل کے لئے کچھ نہیں رکھتی تھیں' روز خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ (ادب المفرد' باب السخاوہ)

ایک بار سیدنا منکدر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بولیں کہ "تمہارے کوئی لڑکا ہے؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" فرمایا: "اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے دیتی۔" حسن اتفاق سے

شام ہی کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس روپے بھیجے۔ بولیں: "کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی۔" فوراً آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور دس ہزار درہم دے دیئے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خرید لی اور اس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد' تذکرۂ منکدر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نہایت فیاض تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کرتی تھیں اور جو کچھ آمدنی اس سے ہوتی تھی مساکین کو دے دیتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا وہ مجھ سے پہلے ملے گا۔" اس بناء پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے ہاتھوں کو ناپتی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے فیاضی مراد تھی۔

(اصابہ' تذکرہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا)

مخالف سے انتقام نہ لینا

اگر مخالف کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کے دل میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی! سیدہ عائشہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہما میں باہم نوک جھونک رہتی تھی لیکن جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ان کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیتیں بولیں کہ "میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہوں۔ مجھے ان کی نسبت بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود اعتراف ہے:

"وہ اگرچہ میری حریف تھیں لیکن اللہ نے تورع کی وجہ سے ان کو بچالیا۔"

(بخاری 'کتاب الشہادات' باب تعدیل النساء بعضہن بعضا)

انتقام تو بڑی چیز ہے صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے مخالفوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔ سیدنا معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا تھا۔ ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص سے پوچھا کہ "اس غزوہ میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا سلوک کیسا رہا؟" اس نے کہا: "ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ سب لوگ ان کے مداح رہے۔ اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دے دیتے تھے۔ اگر کوئی گھوڑا مر جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دے دیتے تھے۔ اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا غلام دے دیتے تھے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا: "استغفراللہ! اگر میں ان سے اس بناء پر بغض کروں کہ انہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ "یا اللہ! اس شخص کو جو میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر اور جو شخص اس پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔" (اسد الغابہ 'تذکرۂ سیدنا معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ)

مہمان نوازی

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں۔ انہوں نے اپنے مکان کو گویا مہمان خانہ بنا دیا تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باہر سے جو مہمان آتے تھے وہ اکثر انہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔

(نسائی 'کتاب النکاح' باب الخطبہ فی النکاح)

عزت نفس

صحابیات رضی اللہ عنہن عزت نفس کا مجموعہ تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

عنہا جس دن شہید ہوئے اس روز اپنی والدہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ان کو دیکھا تو بولیں: "بیٹا! قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کرلینا جس پر تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے۔ اللہ کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مر جانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کرلی جائے۔"

صبرو ثبات

مردوں پر نوحہ کرنا' بال نوچنا' کپڑے پھاڑ ڈالنا' مدتوں مرثیہ خوانی کرنا عرب کا قومی شعار تھا لیکن فیض تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات رضی اللہ عنہن کو صبر کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا لڑکا بیمار ہوا' وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر کام کاج کے لئے باہر چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں یہاں لڑکا جاں بحق تسلیم ہوگیا لیکن ان کی بی بی نے لوگوں سے کہہ دیا کہ "ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) سے نہ کہنا۔" وہ شام کو پلٹے تو بی بی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولیں: "پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔" یہ کہہ کر کھانا لائیں اور انہوں نے کھانا کھایا۔ صبح ہوئی تو کہا کہ "اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریتاً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے؟" بولے: "نہیں۔" بولیں: "تو پھر اپنے بیٹے کو بھی صبر کرو۔"

(مسلم' کتاب الادب' باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ --- الخ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے واپس آئے تو تمام صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے اعزہ و اقارب کا حال پوچھنے آئیں۔ انہی میں سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ آئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حمنہ! اپنے بھائی عبداللہ بن جحش (رضی اللہ عنہ) کو صبر کرو۔" انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ "اپنے ماموں حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی صبر کرو۔" انہوں نے اس پر بھی انا للہ وانا الیہ راجعون

پڑھا اور دعائے مغفرت کر کے خاموش ہو رہیں۔

(طبقات ابن سعد' تذکرۂ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا)

سیدہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ "مرنے میں آرام ہے۔" بولیں: "شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی' یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں تم کو صبر کر لوں' یا فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔" چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا باوجود پیرانہ سالی کے یہ عبرتناک منظر دیکھنے کے لئے آئیں اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں' حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا:
"اس سوار کے لئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے۔"

(استیعاب' تذکرۂ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما)

شجاعت

غزوات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح داد شجاعت دی صحابیات رضی اللہ عنہن کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی حیرت انگیز ہیں۔ غزوۂ حنین میں کفار نے اس زور و شور سے حملہ کیا تھا کہ میدان جنگ لرز اٹھا تھا لیکن سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دیں۔ چنانچہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا کہ "یہ کیا ہے؟" بولیں کہ "چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو اس کے پیٹ میں گھونپ دوں۔" (ابوداؤد' کتاب الجہاد' باب فی السلب یعطی القاتل)

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عورتوں کو ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا۔

دیکھا تو سیدہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے' اس کو قتل کر دو۔" بولے: "تمہیں تو معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں۔" اب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اس زور سے مارا کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ (اسد الغابہ' تذکرۂ سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا)

زہد و تقشف

صحابیات رضی اللہ عنہن نہایت زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک بار ایک شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بولیں: "ذرا ٹھہر جاؤ' میں اپنی نقاب سی لوں۔" اس نے کہا: "اگر میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں تو لوگ آپ کو بخیل سمجھیں گے۔" بولیں: "جو لوگ پرانا دھرانا کپڑا نہیں پہنتے ان کو آخرت میں نیا کپڑا نصیب نہ ہو گا۔" (ادب المفرد' باب الرفق فی المعیشہ)

زندہ دلی

صحابیات رضی اللہ عنہن کے جذبات کو اسلام نے تر و تازہ اور شگفتہ کر دیا تھا' اس لئے ان میں زندہ دلی پائی جاتی تھی۔ عید کے دن معمولاً لڑکے اور لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر باجے بجاتے تھے اور مسرت کے ترانے گاتے تھے۔ (بخاری' کتاب العیدین باب سنۃ العیدین' لاہل الاسلام)

رازداری

صحابیات رضی اللہ عنہن کا سینہ راز کا مدفن تھا' جس سے وہ قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جمع تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حالت میں آ گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرحبا کہا اور اپنے دائیں جانب بٹھا لیا اور آہستہ سے ان کے کان میں ایک

اس معصیت کا ارتکاب تو بڑی چیز ہے' اگر صحابیات رضی اللہ عنہن پر کبھی اس قسم کا اتہام بھی لگ جاتا تھا تو ان کے خرمن عقل و ہوش پر بجلی گر پڑتی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب واقعہ افک کی بھنک پڑی تو بے ہوش کر گر پڑیں' لرزہ بخار آگیا اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔" (بخاری' کتاب بدء الخلق' باب قول اللہ عزوجل "لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین")

حسن معاشرت

مصالحت اور صفائی

اگر بہ مقتضائے فطرت انسانی صحابیات رضی اللہ عنہن کسی سے ناراض ہو جاتی تھیں تو ان کو اس چند روزہ ناگواری پر نہایت افسوس ہوتا تھا۔ ایک معاملہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناراض ہو گئیں اور بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی' لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ (مسلم 'کتاب الفضائل' باب فضائل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا)

صلہ رحم

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے زینب سے زیادہ دیندار' زیادہ پرہیزگار' زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔" (بخاری 'کتاب الادب' باب الہجرہ)

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک جائداد وراثتاً پائی تھی اور ان کو ایک لاکھ کی رقم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دی تھی لیکن انہوں نے اس مال وجائداد کو سیدنا قاسم بن محمد اور سیدنا ابن ابی عتیق پر جو ان کے قرابت دار تھے ہبہ کر دیا۔ (بخاری 'کتاب الہبتہ' باب ہبتہ الواحد للجماعہ)

صحابیات رضی اللہ عنہن کی صلہ رحمی صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ وہ کافر قرابت داروں کی قرابت کا بھی لحاظ رکھتی تھیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا ہجرت

کر کے مدینہ آئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ "کیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" (مسلم 'کتاب الزکوۃ باب فضل النفقہ والصدقہ علی الاقربین)

چنانچہ انہوں نے ان کو مدد دی۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لئے ایک جائداد کی وصیت کی تھی۔ (مسند دارمی 'کتاب الوصایا' باب الوصیہ لاہل الذمہ)

ہدیہ دینا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "ہدیہ ازدیاد محبت کا ذریعہ ہے۔" اس لئے صحابیات رضی اللہ عنہن ایک دوسرے کے پاس عموماً ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔

سیدہ نسیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا اس قدر مفلس تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا' تاہم اس حالت میں بھی وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی تھیں۔ ایک بار ان کے پاس صدقہ کی بکری آئی تو انہوں نے اس کا گوشت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہدیہ بھیجا۔ (بخاری 'کتاب الزکوۃ' باب قدر کم یعطی من الزکوٰۃ والصدقہ ومن اعطی شاہ)

سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی جو صدقہ میں آتا تھا وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہدیتہ" دے دیا کرتی تھیں۔ (مسلم 'کتاب الزکوۃ' باب اباقتہ الہدیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولبنی ہاشم ولبنی عبدالمطلب وان کان المہدی ملکہا بطریق الصدقتہ)

خادموں کے ساتھ سلوک

صحابیات رضی اللہ عنہن خادموں کے ساتھ جیسا سلوک کرتی تھیں اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز

دی۔ اس نے آنے میں دیر کر دی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا اس کے محل میں تھیں۔ صبح ہوئی تو کہا کہ "تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعاء یا شہداء نہ ہوں گے۔" (مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب النہی عن لعن الدوات وغیرہا)

باہمی اعانت

صحابیات رضی اللہ عنہن مصیبت میں دوسروں کی اعانت فرماتی تھیں اور ہمسایہ صحابیات رضی اللہ عنہن اپنی پڑوسنوں کو ہر قسم کی مدد دیتی تھیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی لیکن ان کی پڑوسنیں ان کی روٹی پکایا کرتی تھیں۔ (مسلم، کتاب الآداب، باب اوداف المراۃ الاجنیتہ اذا اعیت فی الطریق)

اگر عورتوں کو اپنے شوہروں سے شکایت پیدا ہوتی تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا دکھ درد کہتی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہایت پر زور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھیں۔ ایک بار ان کی خدمت میں ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہے کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ "مسلمان عورتیں جو مصیبت برداشت کر رہی ہیں ہم نے ایسی مصیبت نہیں دیکھی۔ دیکھئے! اس کا چمڑا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہو گیا ہے۔" بخاری شریف کی اس روایت کے آخر میں عموماً عورتوں کی نسبت یہ الفاظ ہیں:

"عورتوں کی یہ فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہیں۔" (بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب الخضر)

ایک شخص کی بی بی بیمار تھیں۔ وہ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔

انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ "بی بی بیمار ہے۔" اب انہوں نے ان کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک ان کی بی بی بیمار رہیں حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہیں۔ (ادب المفرد' باب عیادۃ الصبیان)

عیادت

صحابیات رضی اللہ عنہن ہر ممکن طریقہ سے مریضوں کی عیادت کرتی تھیں۔ ایک بار اہل صفہ میں سے ایک صحابی بیمار تھے' سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ان کی عیادت کی۔ (ایضاً' باب عیادۃ النساء الرجل المریض)

تیمارداری

صحابیات رضی اللہ عنہن نہایت دل سوزی سے مریضوں کی تیمار داری کرتی تھیں۔ سیدہ عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو سیدنا ام الحسلا رضی اللہ عنہا اور ان کے تمام خاندان نے ان کی تیمارداری کی۔ ان کا انتقال ہو گیا تو کفن پہنانے کے بعد سیدہ ام الحسلا رضی اللہ عنہا نے محبت کے لہجے میں کہا: "تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہاری عزت کی۔" (بخاری' کتاب الشہادات' باب القرعۃ فی المشکلات)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مرض الموت میں بیمار ہوئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات سے پوچھوایا کہ کون ان کی تیمارداری کرے گا؟ تمام بیبیوں نے کہا: "ہم۔" ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ کون ان کو غسل و کفن دے گا؟ تمام بیبیوں نے کہا: "ہم"۔ (طبقات ابن سعد' تذکرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا)

تعزیت

صحابیات رضی اللہ عنہن تعزیت کو اپنا فرض خیال کرتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کو دفن کر کے آ رہے تھے۔ راہ میں دیکھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ

عنہا جا رہی ہیں۔ پوچھا: "گھر سے کیوں نکلیں؟" بولیں: "اس گھر میں تعزیت کے لئے گئی تھی۔" (ابوداؤد' کتاب الجنائز' باب فی التعزیہ)

عرب جاہلیت میں تعزیت کا طریقہ یہ تھا کہ عورتیں برادری میں جا کر باہم مردوں پر نوحہ کرتی تھیں لیکن اسلام نے جاہلیت کی اس رسم کو مٹا دیا۔ چنانچہ عورتیں اسلام لاتی تھیں تو ان سے اس رسم کے چھوڑنے کا معاہدہ لیا جاتا تھا۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو بولیں: "فلاں خاندان نے زمانہ جاہلیت میں ہمارے مرد پر نوحہ کیا ہے۔ مجھے اس کا معاوضہ ادا کرنا ضروری ہے۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (خصوصی) اجازت دے دی۔ (مسلم' کتاب الجنائز' باب التشدید فی النیاحہ)

محبت اولاد

صحابیات رضی اللہ عنہن بچوں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ ایک بار ایک صحابی نے بی بی کو طلاق دی اور بچے کو اس سے لینا چاہا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ "میرا پیٹ اس کا ظرف' میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گہوارہ تھا اور اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک تم دوسرا نکاح نہ کرلو' تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو۔" (ابوداؤد' کتاب الطلاق' باب من احق بالولد)

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات رضی اللہ عنہن میں پایا جاتا تھا لیکن اس باب میں قریش کی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس خصوصیت کی مدح فرمائی:

"قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں۔ بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔" (بخاری' کتاب النکاح)

بھائی بہن سے محبت

صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے بھائی اور بہنوں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ سیدنا عبداللہ ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا مقام حبش میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرط محبت سے ان کی قبر تک آئیں اور ایک مشہور مرثیہ کے چند اشعار پڑھے:

ترجمہ:"اور ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ کے دونوں ہم نشینوں کی طرح ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ان میں کبھی جدائی نہ ہوگی۔

لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں کی تھی۔"

(ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء)

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تو ان کی بہن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں کہ مقتل میں ان کا پتہ لگائیں لیکن لوگوں نے ان کی پریشانی کے خیال سے نہیں بتایا۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہیں ان کی عقل نہ جاتی رہے۔ اس لئے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگیں۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۂ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو تمام عورتیں رونے لگیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر کے پاس روتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھتے تھے۔ (مسند ابوداؤد طیالسی، صفحہ ۳۵۱)

حمایت والدین

صحابیات رضی اللہ عنہن والدین کی حمایت سے سخت موقعوں پر بھی اغماض نہیں کرتی

تھیں۔ ایک بار کفار نے حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑ کے آئیں' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سے نکال کر پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا۔ (بخاری' کتاب الصلوۃ' باب المراۃ نظرہ عن المصلی شیئا من الاذی)

پرورش یتامیٰ

یتیموں کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:
"ہم اور یتیموں کی پرورش کرنے والے جنت میں اس قدر قریب ہوں گے جس قدر یہ دونوں انگلیاں قریب قریب ہیں۔" (یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کا نشان بتایا)

اس لئے صحابیات رضی اللہ عنہن یتیموں کی پرورش اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا متعدد یتیموں کی پرورش کرتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ "میں اپنے شوہر اور ان یتیموں پر صدقہ کروں تو جائز ہے؟" دوسری صحابیہ بھی اس غرض سے در دولت پر کھڑی تھیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اطلاع کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس کا دوہرا ثواب ملے گا' ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا۔" (بخاری' کتاب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بچے یتیم ہو گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی پرورش فرماتی تھیں۔ (موطائے امام مالک' کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر)

یتیموں کے مال کی نگہداشت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یتیموں کے مال کی حفاظت و نگہداشت کے متعلق ایک

نہایت مفصل آیت نازل فرمائی ہے: ﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ اس بناء پر صحابیات رضی اللہ عنہن نہ صرف ان کے مال کی حفاظت کرتی تھیں بلکہ اس کو ترقی دیتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یتیموں کے مال لوگوں کو دیتی تھیں کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دیں۔ (مولائے امام مالک، کتاب الزکوٰۃ، باب اموال الیتامیٰ والتجارۃ فیھا)

بچوں کی پرورش

صحابیات رضی اللہ عنہن بچوں کی پرورش میں اپنے عیش و آرام کو بھی فراموش کر دیتی تھیں۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بچے تھے۔ اس لئے انہوں نے عزم بالجزم کر لیا کہ جب تک ان کی نشوونما کامل طور پر نہ جائے گی وہ دوسرا نکاح نہ کریں گی۔ چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ خود سپاس گزارانہ لہجے میں اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کیا۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۂ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابیات رضی اللہ عنہن کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھے لیکن بایں ہمہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے معذرت کی کہ "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے میری آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے، اس لئے مجھے خوف ہے۔ اگر میں شوہر کا حق ادا کروں گی تو بچوں کی طرف سے بے پرواہی کرنا پڑے گی اور اگر بچوں کی پرورش میں مصروف رہوں گی تو شوہر (یعنی اگر نکاح کر لوں گی) تو آپ کا حق ادا نہ کر سکوں گی۔" (ایضاً، تذکرہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا)

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت

زن و شوہر کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت

دیانت کے ساتھ شوہر کے مال واسباب اور گھربار کی حفاظت کرے' اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں یہ دیانت پائی جاتی تھی۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی شادی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہا کہ "اپنے سایہ دیوار کے نیچے مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے۔" وہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوئیں۔ فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھیں لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔ بولیں: "اگر میں اجازت دے دوں اور زبیر (رضی اللہ عنہ) انکار کریں تو مشکل پڑے گی۔ زبیر (رضی اللہ عنہ) کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو۔" وہ اسی حالت میں آیا اور کہا: "ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں۔ آپ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔" بولیں: "تم کو مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا تھا۔" سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: "تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع و شراء سے روکتی ہو؟" وہ تو چاہتی تھیں' اجازت دے دی (مسلم' کتاب الآداب' باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیہ اذا اعیت فی الطریق)

وہ نہایت فیاض تھیں' اس لئے صدقہ وخیرات کرنا بہت پسند کرتی تھیں لیکن شوہر کے مال کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا اور شوہر کے مال میں بلااجازت تصرف نہیں کرسکتی تھیں۔ مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "میں زبیر (رضی اللہ عنہ) کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کروں تو کیا گناہ کی بات ہے؟" ارشاد ہوا: "جو کچھ ہوسکے دو" (مسلم' کتاب الزکوٰۃ' باب الحث فی الصدقہ ولو بالقلیل)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون اٹھیں اور کہا کہ ہم اپنے باپ' بیٹے اور شوہر کی محتاج ہیں۔ ان کے مال میں سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس قدر کہ کھاپی لو اور ہدیہ دو۔" (ابوداؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب المراۃ تصدق من بیت زوجہا)

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات رضی اللہ عنہن میں پایا جاتا تھا لیکن اس باب میں

قریش کی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ان کی اس خصوصیت کو ان الفاظ میں نمایاں کیا:

"قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں۔ بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال واسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔"

شوہر کی رضاجوئی

صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں۔ سیدہ خولا رضی اللہ عنہا عطر فروش تھیں۔ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ "میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں اور بناؤ سنگھار کر کے دلہن بن جاتی ہوں اور خالصتاً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جاکر سورہتی ہوں لیکن اس پر بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں۔ پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور وہ اعراض کرتے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو" (اسد الغابہ' تذکرہ سیدہ خولا رضی اللہ عنہا)

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے تو فرمایا: "عائشہ (رضی اللہ عنہا)! یہ کیا ہے؟" بولیں: "میں نے اس کو اس لئے بنایا ہے کہ آپ کے لئے بناؤ سنگھار کروں۔" (ابوداؤد' کتاب الزکوٰۃ' باب الکنز ماھو زکوٰۃ الحلی)

ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہننے سے منع فرمایا۔ بولیں: "اگر عورت شوہر کے لئے بناؤ سنگھار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائے گی۔" (نسائی' کتاب الزینۃ)

شوہر کی محبت

صحابیات رضی اللہ عنہن اپنے شوہروں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی۔ وہ حالت کفر میں تھے کہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر رہا کرنا چاہا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک یادگار ہار جس کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو رخصتی کے وقت دیا تھا' ابوالعاص کے فدیہ میں بھیج دیا۔ (ابوداؤد' کتاب الجہاد فداء الاسیر بالمال)

سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو فرط محبت سے چیخ اٹھیں۔ (سنن ابن ماجہ 'کتاب الجنائز' باب ماجاء فی البکاء علی المیت)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال کے ساتھ بہت زیادہ شغف نہ تھا تاہم ان کی بی بی سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا روزے کے دنوں میں بھی فرط محبت سے ان کے سر کا بوسہ لیتی تھیں۔ (مئوطا' کتاب الصیام' ماجاء فی الرخصۃ فی القبلہ للصیام)

سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پہلے شوہر سیدنا عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نہایت محبت تھی۔ چنانچہ جب وہ طائف میں شہید ہوئے تو سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ایک پردرد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

"میں نے قسم کھائی ہے کہ تیرے غم میں میری آنکھ ہمیشہ پرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔"

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ دعوت ولیمہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ انہوں نے سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کو یہ شعر یاد دلایا تو رو پڑیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو ان کا بھی نہایت پردرد مرثیہ لکھا۔ اس کے بعد ان سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور وہ بھی شہید ہوئے تو سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ان کا بھی مرثیہ لکھا۔ (اسد الغابہ' تذکرہ سیدہ عاتکہ عنہا بنت زید رضی اللہ

عنہا)

شوہر کی خدمت

صحابیات رضی اللہ عنہن شوہر کی خدمت نہایت دل سوزی کے ساتھ کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوالیا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ادا فرماتی تھیں۔ (ابوداؤد' کتاب الطہارہ' باب غسل المسواک) ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر مسجد میں آئے۔ ایک صحابی نے کہا: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس پر دھبہ نظر آتا ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غلام کے ہاتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کٹورے میں پانی منگایا' خود اپنے ہاتھ سے دھویا اور خشک کیا اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ (ایضاً' باب الاعادہ من النجاستہ یکون فی التواب)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے یا احرام کھولتے تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں۔ (ابوداؤد' کتاب المناسک' باب الطیب عندالاحرام)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی ہدی بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلاوہ بٹتی تھیں۔ (ایضاً' باب من بعث بہدیہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب تمام دنیا کی خدمت واعانت سے محروم ہو جاتے تھے تو اس بے کسی کی حالت میں صرف ان کی بیبیاں ان کا ساتھ دیتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلف غزوۂ تبوک کی بناء پر سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں تمام مسلمانوں کی طرح ان کی بی بی کو بھی تعلقات کے منقطع کرلینے کا حکم دیا تو وہ حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ "وہ بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کے پاس نوکر چاکر نہیں۔ اگر

میں ان کی خدمت کروں تو کیا آپ ناپسند فرمائیں گے؟" ارشاد ہوا: "نہیں۔" (بخاری' کتاب المغازی' باب غزوۂ تبوک)

عورت کتنی ہی اطاعت گزار اور فرماں بردار ہو لیکن اگر اس سے تعلقات منقطع کر لئے جائیں تو وہ شوہر کی طرف مائل نہیں ہو سکتی لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن نے اس فطری اصول کو بھی توڑ دیا تھا۔ ایک صحابی نے اپنی بی بی سے ظہار کیا یعنی ایک مدت معینہ کے لئے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تاہم اس حالت میں بھی وہ ان کی خدمت گزاری میں مصروف رہتی تھیں۔

طرز معاشرت

غربت وافلاس

ابتدائے اسلام میں صحابیات رضی اللہ عنہن نہایت فقر و فاقہ اور غربت وافلاس کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھیں' جس کا اثر ان کے لباس' مکان' اثاث البیت اور سامان آرائش غرض ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا۔

لباس

صحابیات رضی اللہ عنہن کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب وحیاء سے جسم کے ہر حصہ کو چھپانا چاہا لیکن ناکامی ہوئی۔ سر ڈھکتی تھیں تو پاؤں کھل جاتے تھے' پاؤں ڈھکتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔
(ابوداؤد' کتاب اللباس' باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ)

بعض صحابیات رضی اللہ عنہن کو تو چادر بھی میسر نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات رضی اللہ عنہن کو عیدگاہ میں جانے کی اجازت دی' تو ایک صحابیہ نے کہا کہ "اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟" ارشاد ہوا کہ "اس کو دوسری عورت اپنی چادر اوڑھا لے۔" (سنن ابن ماجہ' کتاب الصلوۃ' باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین)

شادی بیاہ میں دلہن کے لئے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہے لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے

کہ میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی۔ شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اس کو مستعار منگوا لیتی تھی۔ (بخاری' کتاب الہبہ' باب الاستعارہ للعروس عند النباء)

مکان

غربت وافلاس کی وجہ سے صحابیات رضی اللہ عنہن کے مکان نہایت مختصر' پست اور کم حیثیت ہوتے تھے۔ گھروں میں جائے ضرورت تک نہ تھی۔ (بخاری' قصۃ الافک)
اس لئے راتوں کو صحرا میں جانا پڑتا تھا۔ دروازوں پر پردے نہ تھے۔ (ابوداؤد' کتاب الادب' باب الاستیذان فی العورات الثلاث)
راتوں کو جلانے کے لئے چراغ تک میسر نہ تھا۔ (صحیح بخاری)

اثاث البیت

صحابیات رضی اللہ عنہن کے گھروں میں نہایت مختصر سامان ہوتے تھے یہاں تک کہ میاں بی بی دونوں کے لئے صرف ایک بچھونا ہوتا تھا' اور وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا۔ (ابوداؤد' کتاب الطہارت' باب فی الرجل یعیب منہا مادون الجماع)

زیورات

صحابیات رضی اللہ عنہن نہایت معمولی اور سادہ زیور استعمال کرتی تھیں۔ احادیث کی کتابوں کی تتبع و استقراء سے بازو بند' کڑے' بالی' ہار' انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے۔ لونگ کا ہار بھی پہنتی تھیں جس کو عربی میں سخاب کہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار جو سفر میں گم ہو گیا تھا وہ مہرۂ یمانی کا تھا۔ (ایضاً' باب فی التیمم)

سامان آرائش

صحابیات رضی اللہ عنہن سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھیں۔ زچہ خانہ سے نکلتی تھیں تو منہ پرورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہے) کا غارہ ملتی تھیں کہ چہرہ سے داغ دھبے مٹ جائیں۔ (ایضاً' باب ماجاء فی وقت النفساء)

خوشبو میں زعفران' عطر اور سک کا استعمال کرتی تھیں۔ سک ایک قسم کی خوشبو ہے جو ماتھے پر لگائی جاتی ہے۔

اپنا کام خود کرنا

صحابیات رضی اللہ عنہن خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ مشکیزے میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا۔ جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن باری باری گھر کا کام دھندا خود کرتی تھیں۔ ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ انہوں نے جو پیسے اور اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار شروع کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے میں دیر ہو گئی تو سو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو جگایا۔ (ادب المفرد' باب لایوذی جارہ)

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور ان کی شادی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کے لئے گھاس لاتی تھیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سائیسی کے لئے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر

کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا روز وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کران کی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں۔

گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے۔ خود پانی لاتیں' مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں' آٹا گوندھتیں' روٹی پکاتیں (مسلم' کتاب الآداب' باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیہ اذا اعیت فی الطریق / بخاری' کتاب النکاح)

گھر کے کام دھندے کے علاوہ صحابیات رضی اللہ عنہن بعض صنعتی کام بھی کرتی تھیں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا طائف کی ادھوڑی بناتی تھیں' جس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بہتر تھی۔ (اسد الغابہ' تذکرہ فلیسہ)

بعض صحابیات رضی اللہ عنہن کپڑے بنتی تھیں۔ (بخاری' کتاب البیوع' باب النساء)

پردہ

عہد نبوت میں اگرچہ اس زمانہ کا سا سخت پردہ رائج نہ تھا تاہم عورتیں بالکل بے پردہ اور آزاد بھی نہ تھیں۔

محفہ میں سفر کرتی تھیں۔ (ابوداؤد' کتاب المناسک' باب فی الصبی الحج)

نقاب پوش رہتی تھیں۔ (ابوداؤد' کتاب المناسک مایلبس المحرم)

اور غیر محرم سے پردہ کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "حجتہ الوداع کے زمانہ میں جب لوگ ہمارے سامنے گزرتے تھے تو ہم چہرے پر چادر ڈال لیتے تھے۔ لوگ گزر جاتے تھے تو پھر منہ کھول دیتے تھے۔" (ابوداؤد' کتاب المناسک' باب فی المحرم تغطی وجہا)

ایک بار سیدنا افلح بن ابی القیس رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو

آئے۔ وہ پردہ میں چھپ گئیں۔ بولے: "تم مجھ سے پردہ کرتی ہو۔ میں تو تمہارا چچا ہوں۔" بولیں: "کیونکر؟" بولے: "میرے بھائی کی بی بی نے تم کو دودھ پلایا ہے۔" بولیں: "مرد نے تو دودھ نہیں پلایا۔" (ابوداؤد' کتاب النکاح' باب فی لبن الفحل)

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا شہید ہوا۔ وہ نقاب پہن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھ کر کہا: "بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو اور نقاب پوش ہو کر؟" بولیں: "میں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا ہے' شرم و حیاء کو تو نہیں کھویا۔" (ابوداؤد' کتاب الجہاد' باب فضل قتال الرودم علی غیرہم من الامم)

ہمارے زمانے میں پردہ ایک رسمی چیز ہے۔ مثلاً ایک عورت کسی محرم سے رسماً پردہ کرتی ہے تو اس سے لازمی طور پر ہمیشہ پردہ کرے گی لیکن دو چار بار کسی نامحرم کے سامنے آنے کا اتفاق ہو گیا تو پھر اس کے لئے پردہ کے تمام قیود ٹوٹ جائیں گے' لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن رسمی پردے کی پابند نہ تھیں۔ ان کا پردہ بالکل شرعی تھا۔ اگر شریعت اجازت دیتی تھی تو وہ کسی کے سامنے آتی تھیں اور جب شرعی موانع پیدا ہو جاتے تھے تو اس سے پردہ کرنے لگتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے کہ غلاموں سے پردہ ضروری نہیں' اس لئے وہ سیدنا ابو عبداللہ سالم رضی اللہ عنہ کے سامنے جو نہایت متدین غلام تھے آتی تھیں اور ان سے بے تکلف باتیں کرتی تھیں۔ ایک دن وہ آئے اور کہا کہ اللہ نے آج مجھے آزاد کر دیا۔ چونکہ اب وہ غلام باقی نہیں رہے' اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے پردہ گروا دیا اور عمر بھر ان کے سامنے نہ ہوئیں۔ (نسائی' کتاب الطہارہ' باب مسح المراۃ راسہا)

✪

معاملات

ادائے قرض کا خیال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر قرض لیا کرتی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ "آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟" بولیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جو بندہ قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے' اللہ اپنی جانب سے اس کے لئے مددگار مقرر کر دیتا ہے۔" تو میں اسی مددگار کی جستجو کرتی ہوں۔" (مسند ابن حنبل' جلد ۶' ص ۹۹)

قرض کا ایک حصہ معاف کر دینا

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام کو مکاتب بنایا۔ اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ اس میں کچھ کمی کر دیجئے۔ انہوں نے کم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد' تذکرۂ مصباح بن سرحس)

تقسیم وراثت میں دیانت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کھجور کے چند درخت ہبہ کئے تھے لیکن اب تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا' اس لئے ہبہ نامکمل تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو کہا کہ "میں نے تم پر جو درخت ہبہ کئے تھے اگر تمہارا ان پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمہاری ملک ہو جاتے۔ لیکن آج وہ میرے ترکہ میں داخل ہیں' جس کے وارث تمہارے بھائی اور بہنیں ہیں۔ اس لئے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کر لو۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ "اگر اس سے بھی زیادہ مال ہوتا تو بھی میں چھوڑ دیتی۔"

(مؤطائے امام مالک' کتاب الاقضیہ' باب مالا یجوز من النحل)

✪

خدمات

سیاسی خدمات میں صحابیات رضی اللہ عنہن کی کوئی قابل الذکر خدمت نہیں ہے۔ صرف "اصابہ" میں تذکرۂ سیدہ شفاء بنت عدویہ رضی اللہ عنہا میں اس قدر لکھا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے' ان کی عزت کرتے تھے اور بازار کی بعض خدمتیں بھی ان سے متعلق تھیں۔ لیکن سیاسی خدمات کے علاوہ صحابیات رضی اللہ عنہن نے اسلام کی ہر ممکن خدمت کی ہے' جس کی تفصیل ذیل کے عنوانات سے معلوم ہو گی:

دینی خدمات

اشاعت اسلام

دینی خدمات میں اشاعت اسلام سب سے اہم ہے اور اس میں ابتدائے اسلام ہی سے صحابیات رضی اللہ عنہن کی مساعی جمیلہ کا کافی حصہ شامل ہے۔ چنانچہ سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔
(اسد الغابہ' تذکرۂ سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا)

ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیاس سے بے تاب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے' تو حسن اتفاق سے ایک عورت مل گئی جس کے ساتھ پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پانی کا استعمال کیا۔ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس کو پانی کی

قیمت دلوا دی' تاہم صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اس عورت کے گاؤں کے آس پاس حملہ کرتے تو خاص اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس منت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اس نے اپنے تمام خاندان کو قبول اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (بخاری' کتاب الغسل' باب الصعید الطیب وضوء المسلم)

سیدہ ام حکیم بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی شادی عکرمہ (رضی اللہ عنہ) بن ابو جہل سے ہوئی تھی۔ وہ خود تو فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے۔ سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے یمن کا سفر کیا اور ان کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔ (مؤطائے امام مالک' کتاب النکاح' باب نکاح المترک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ)

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہا نے حالت کفر میں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا: "تم کافر ہو اور میں مسلمان' نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہو گا۔ اس کے سوا تم سے کچھ نہ مانگوں گی؟" چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ (اسد الغابہ' تذکرۂ سیدنا زید بن سہل بن اسود رضی اللہ عنہ)

نو مسلموں کا تکفل

ابتدائے اسلام میں جو لوگ اسلام لاتے تھے' ان کو مجبوراً اپنے گھر بار' اہل و عیال اور مال و جائداد سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا۔ اس بناء پر اس وقت اشاعت اسلام کے ساتھ اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ ان نو مسلموں کی کفالت کی جائے' اور صحابیات رضی اللہ عنہن اس میں نمایاں حصہ لیتی تھیں۔ چنانچہ سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا کا گھران

نو مسلموں کے لئے گویا مہمان خانہ بن گیا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے یہاں صرف ان بناء پر عدت بسوکرنے کی اجازت نہیں دی کہ ان کے گھر مہمانوں کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ (مسلم' کتاب الطلاق' باب المطلقہ ثلاثہ لا نفقہ لہاو کتاب الفتن واشراط والساعتہ' باب فی خروج الدجال)

سیدہ درہ بنت لہب رضی اللہ عنہا بھی نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ (اصابہ' تذکرۂ سیدہ درہ رضی اللہ عنہا)

خدمت مجاہدین

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ شوق غزوات میں شریک ہوتے تھے اسی طرح صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اللہ کی راہ میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں۔ ان کے لئے سب سے زیادہ موزوں کام زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دل سوزی سے انجام دیتی تھیں۔ غزوۂ خیبر میں متعدد صحابیات رضی اللہ عنہن شریک جہاد ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا حال معلوم ہوا تو ناراضی کے لہجے میں پوچھا: "تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟" بولیں: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم اون کاتتے ہیں اور اس سے اللہ کی راہ میں اعانت کرتے ہیں' ہمارے ساتھ زخمیوں کے دواو علاج کا سامنا ہے' لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں۔" (ابوداؤد' کتاب الجہاد' باب فی المراۃ والعبد یحذیان من الغنیمتہ)

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ وہ مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں' کھانا پکاتی تھیں' مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (مسلم' کتاب الجہاد' باب النساء الغازیات یرضخ

لھن ولا ھیم والنھی عن قتل صبیان اہل الحرب)

غزوۂ احد میں خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں اور وہ اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنی پیٹھ پر مشک لاد کرلاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (ایضاً' باب غزوہ النساء مع الرجال)

سیدہ ربیع بنت مسعود رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوئے تھے' پانی پلاتے تھے' مجاہدین کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا اٹھا کرلاتے تھے۔ (بخاری' کتاب الجہاد' باب رد النساء القتلہ)

سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خیمہ کھڑا کر رکھا تھا۔ جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ اسی خیمہ میں ان کا علاج کرتی تھیں۔ چنانچہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے تو ان کا علاج اسی خیمہ میں کیا گیا۔ (اصابہ' تذکرۂ سیدہ رفیدہ رضی اللہ عنہا)

صحابیات رضی اللہ عنہن کی یہ خدمات خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہایت قابل قدر خیال کی جاتی تھیں اور خود خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی ان کا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار سیدنا عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادر تقسیم فرمائی۔ ایک عمدہ چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ اپنی بی بی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دے دیجئے۔ بولے: "سیدہ ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوۂ احد میں مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھیں اور ہم کو پلاتی تھیں۔" (بخاری' کتاب الجہاد' باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو)

خدمات مساجد

صحابیات رضی اللہ عنہم مساجد کی صفائی میں نہایت اہتمام کرتی تھیں۔ ایک بار کسی نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھوک دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو

اس قدر برہم ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ ایک صحابیہ اٹھیں اور اس کو مٹا دیا اور اس جگہ خوشبو لگائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "خوب کام کیا۔" (نسائی' کتاب الصلوٰۃ' باب تخلیق المسجد)

ایک صحابیہ تھیں جو ہمیشہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جھاڑو دیا کرتی تھیں۔ یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نہایت قدر فرمائی۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا: "مجھے کیوں نہیں خبر کی؟" بولے: "آپ استراحت فرما رہے تھے' ہم نے تکلیف دینا گوارا نہیں کیا۔" (سنن ابن ماجہ' کتاب الجنائز' باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی القبر)

بدعات کا استیصال

بدعت دین کے لئے بمنزلہ گھن کے ہے' اس لئے باا ثر صحابیات رضی اللہ عنہن ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتی تھیں کہ نخل اسلام میں گھن نہ لگنے پائے' مثلاً مسلمانوں میں غلاف کعبہ کی جو عزت و حرمت قائم ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پرانا غلاف چرا چھپا کر خادموں کو کچھ دے دلا کر لے لیتے ہیں' اس کو تبرک سمجھ کر لے آتے ہیں اور مکانوں میں رکھتے ہیں' دوستوں کو بطور سوغات کے تقسیم کرتے ہیں۔ قرآن ان میں رکھتے ہیں' مسجدوں میں لٹکاتے ہیں اور مریض کو اس سے ہوا دیتے ہیں۔ لیکن قرن اول میں یہ حالت نہ تھی۔ متولی کعبہ صرف یہ کرتا تھا کہ غلاف کو زمین میں دفن کر دیتا تھا کہ وہ ناپاک انسانوں کے کام کا نہ رہے۔ سیدنا شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کو بیان کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے سوءاعتقادات اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے۔ اس لئے

سیدنا شیبہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: "یہ تو اچھی بات نہیں۔ تم برا کرتے ہو۔ جب غلاف کعبہ سے اتر گیا اور کسی نے اس کو ناپاکی کی حالت میں استعمال بھی کر لیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم کو چاہئے کہ اس کو بیچ ڈالا کرو اور اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو۔"
(عین الاصابہ بحوالہ سنن بیہقی)

احتساب

جو چیز دین واخلاق کو صحیح اصول پر قائم رکھتی ہے شریعت کی اصطلاح میں اس کا نام احتساب ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تین درجے مقرر فرمادیئے ہیں:

"تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے' اگر اس میں اس کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کا انکار کرے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔" (مسلم)

باا ثر صحابیات رضی اللہ عنہن نے پہلے دونوں طریقوں سے اس دینی خدمت کو انجام دیا ہے۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک گھر میں مہمان اتریں۔ میزبان کی دو لڑکیوں کو جو جوان ہو چکی تھیں دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں۔ تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے ہوئے نماز نہ پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے۔ (مسند احمد' جلد ۶' ص ۹۶)

ایک دفعہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ان کے پاس آئے اور معمولی طور پر جھٹ پٹ وضو کر کے جانے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹوکا: "عبدالرحمٰن! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ "وضو میں جو عضو نہ بھیگے اس پر جہنم کی پھٹکار ہو۔" (ایضاً' ص ۲۵۸)

ایک بار انہوں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کی چادر میں صلیب کے نقش ونگار

بنے ہوئے ہیں۔ اسی وقت ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کپڑوں کو دیکھتے تھے تو پھاڑ ڈالتے تھے۔ (مؤطا امام مالک' کتاب اللباس)

ایک بار ان کی بھتیجی سیدہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن نہایت باریک دوپٹہ اوڑھ کر سامنے آئیں۔ اسی وقت غصہ سے دوپٹہ کو چاک کر دیا' پھر فرمایا: "تم نہیں جانتیں کہ سورہ نور میں اللہ نے کیا احکام نازل فرمائے ہیں!" اس کے بعد گاڑھا دوپٹہ منگوا کر اوڑھایا۔ (مؤطا امام مالک' کتاب اللباس)

اخلاقی خدمات

نرد بازی کی روک ٹوک

فتوحات عجم کے بعد عرب میں نرد بازی' شطرنج بازی اور مرغ بازی وغیرہ کا رواج ہوا تو صحابیات رضی اللہ عنہن نے اس پر شدت کے ساتھ دارو گیر کی۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے۔ ان کی نسبت ان کو معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ "اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔" (ادب المفرد' باب الادب واخراج الذین لمیعبون بالنرد)

شراب خوری کی روک ٹوک

فتح عجم کے بعد اہل عرب شراب کے جدید اقسام و نام سے آشنا ہوئے' جن میں ایک باذق تھا (یعنی بادہ)۔ چونکہ عربی میں شراب کو "خمر" کہتے ہیں اور اس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہے' اس بناء پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان شرابوں کا کیا حکم ہے؟ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی مجلس میں بالاعلان کہہ دیا کہ "شراب کے برتنوں میں

چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں۔" پھر عورتوں کی طرف خطاب کر کے کہا: "اگر تمہارے منکوں کے پانی سے بھی نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشی چیز سے منع فرمایا ہے۔" (سنن نسائی' کتاب الخمر)

مصنوعی بال لگانے کی ممانعت

قدیم زمانہ میں یہودیہ عورتوں میں جو بداخلاقیاں پھیل گئیں تھیں ان میں ایک یہ تھی کہ جن عورتوں کے بال جھڑ جاتے تھے وہ مصنوعی بال لگا دیتی تھیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو اس کی ممانعت فرمادی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب مسلمان عورتوں نے بھی یہی روش اختیار کی تو صحابیات رضی اللہ عنہن نے اس پر شدت سے روک ٹوک کی۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ "میری بیٹی دلہن بنی ہے لیکن بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں۔ کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟" فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔" (مسند احمد' جلد ۶' ص ۱۱۱)

علمی خدمات

علم تفسیر

قرآن مجید ایک ایسی مقدس اور ایک ایسی بزرگ ترین کتاب ہے کہ اگر اس کی ایک آیت بھی کسی کی شان میں نازل ہو جائے تو وہ اس کے شرف کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق قرآن مجید کی جو آیت نازل ہوئی تھی اس پر وہ فخر کیا کرتی تھیں۔

ایک سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار گم ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس کی تلاش میں چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے تو راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ اس پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت سمجھا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

"اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کو کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے اللہ نے آپ کے نکلنے کا راستہ نہیں بنایا اور مسلمانوں کے لئے وہ ایک برکت بن گیا۔"

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بی بی سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ﴾ (سورۃ المجادلہ)

"اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑتی تھی۔"

اور اس نے ان کے رتبے کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے آ رہے تھے کہ راہ میں ان سے ملاقات ہو گئی اور انہوں نے ان کو سلام کیا۔ بولیں: "اے عمر (رضی اللہ عنہ)! میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تم کو لوگ بازار عکاظ میں عمر کہتے تھے اور اب تو تمہارا لقب امیرالمومنین ہے۔ پس رعایا کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب الٰہی سے ڈرے گا وہ قیامت کو دور نہیں سمجھے گا۔ اور جو موت سے ڈرے گا اس کو فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا۔" ایک شخص جو ساتھ میں تھے' بولے: "بی بی! تم نے تو امیرالمومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔" لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جانے دو' یہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا ہیں اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بی بی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی' پھر عمر (رضی اللہ عنہ) کو تو اور سننا چاہئے۔" (اصابہ' تذکرہ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا)

لیکن جس کتاب کی ایک آیت بھی انسانی شرف و عزت کے لئے کافی ہے' اس کا ایک

خاص حصہ صحابیات رضی اللہ عنہن کے متعلق نازل ہوا ہے یعنی ایک مستقل سورہ (نساء) خاص طور پر صحابیات رضی اللہ عنہن کے احکام و معاملات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ سورۂ نور کی متعدد آیتیں بھی انہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیتیں ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس بناء پر اگرچہ ان آیتوں اور ان سورتوں کے شان نزول اور ان کی تفسیر سے اکثر صحابیات رضی اللہ عنہن کو تعلق ہے' تاہم عام طور پر تفسیر کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں اور جس معنی کی رو سے ایک شخص مفسر کہا جاسکتا ہے اس کے لحاظ سے تمام صحابیات رضی اللہ عنہن میں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم تفسیر میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمسر ہیں اور انہوں نے نہایت دقیق آیتوں کی تفسیریں کی ہیں۔ ان سے احادیث کی کتابوں میں جو تفسیری روایتیں مذکور ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ آیتیں ہیں جن کے متعلق ان کے دل میں کوئی بات کھٹکی ہے اور انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفسیر کی ہے۔ (ماخوذ از: "سیرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔" اس میں ان تفسیروں کے حوالے بھی مذکور ہیں)

مثلاً ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ "قیامت میں جس کا حساب ہوا اس پر عذاب ہوگیا۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تو فرماتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾

"اور اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال میں جرح قدح شروع ہوئی وہ برباد ہی ہوا۔"

ایک دفعہ انہوں نے پوچھا: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

الْقَهَّار﴾

"جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور تمام مخلوق اللہ واحد القہار کے روبرو ہو جائے گی۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی:

﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَه وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾

"تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔"

اور پوچھا: "لیکن جب زمین و آسمان کچھ نہ ہو گا تو لوگ کہاں ہوں گے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صراط پر۔"

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾

"وہ لوگ جو کام کرتے ہیں خوفزدہ دل سے کرتے ہیں۔ وہ اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں گے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شک تھا کہ جو چور ہے' بدکار ہے' شرابی ہے لیکن اللہ سے ڈرتا ہے' کیا وہ بھی اس سے مراد ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں عائشہ! اس سے وہ مراد ہے جو نمازی ہے' روزہ دار ہے' زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر اللہ سے ڈرتا ہے۔"

دوسری وہ آیتیں ہیں جن کے متعلق دوسروں کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہوا ہے اور انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے متعلق سوال کیا ہے' جس کا انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ ازالہ کیا ہے۔ مثلاً:

(۱) اعمال حج میں سے ایک کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا

جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ)

"صفا اور مروہ کی پہاڑیاں شعائر الٰہی میں سے ہیں۔ پس جو خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے کچھ مضائقہ نہیں اگر وہ ان کا بھی طواف کرے۔"

عروہ نے کہا "خالہ جان! اس کے تو یہ معانی ہوئے کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔" فرمایا: "بھانجے! تم نے ٹھیک کہا۔ اگر آیت کا مطلب وہ ہوتا جو تم سمجھے ہو تو اللہ یوں فرماتا: لَاجُنَاحَ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِا "اگر ان کا طواف نہ کرو تو کچھ حرج نہیں۔" اصل میں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اوس و خزرج اسلام سے پہلے منات کی جے پکارا کرتے تھے۔ منات مشلل میں نصب تھا۔ اس لئے صفا اور مروہ کے طواف کو وہ برا جانتے تھے۔ اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ اب کیا حکم ہے؟" اس پر اللہ نے ارشاد فرمایا کہ "صفا اور مروہ کا طواف کرو۔ اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔"

ابوبکر بن عبدالرحمٰن ایک محدث تھے۔ ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: "علم اس کو کہتے ہیں۔"

(۲) قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا﴾

"یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور ان کو خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے تو ہماری مدد آ گئی۔"

عروہ نے پوچھا: "کذبوا (جھوٹ بولے گئے یعنی ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) یا کذبوا (وہ جھٹلائے گئے)؟" فرمایا: "کذبوا (جھٹلائے گئے)۔" عروہ نے کہا: "اس کا تو ان کو یقین ہی تھا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ان کی قوم نے ان کی نبوت کی تکذیب کی۔ یہ ظن اور خیال تو نہ تھا۔ اس لئے کذبوا (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) صحیح ہے۔" بولیں: "معاذ اللہ! پیغمبران الٰہی اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ان سے امداد و نصرت کا جھوٹا وعدہ کیا۔" عروہ

نے پوچھا: "پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟" فرمایا: "یہ پیغمبروں کے پیروؤں کے متعلق ہے کہ جب انہوں نے ایمان قبول کیا اور نبوت کی تصدیق کی اور ان کی قوم نے ان کو ستایا اور مدد الٰہی میں ان کو تاخیر نظر آئی' یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین ایمان سے ناامید ہو گئے تو ان کو خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب سے مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں' کہ دفعتاً اللہ کی مدد آ گئی۔"

(۳) جس آیت پاک میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ﴾ (النساء)

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں تم انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو۔"

بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑوں میں ربط معلوم نہیں ہوتا۔ یتیموں کے حقوق میں عدم انصاف اور چار نکاح کی اجازت میں باہم کیا تعلق ہے! چنانچہ ایک شاگرد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا تو فرمایا کہ "آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی ہو جاتے ہیں۔ ان سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہے۔ وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہیں کہ ان سے نکاح کر کے ان کی جائداد پر قبضہ کر لیں' اور چونکہ ان کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہوتا اس لئے مجبور پا کر اس کو ہر طرح سے دباتے ہیں۔ اللہ رب العالمین انہی لوگوں کو خطاب کرتا ہے کہ اگر تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف سے پیش نہ آ سکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار نکاح کر لو' مگر ان کو نکاح کر کے اپنے قابو میں نہ لے آؤ۔"

﴿ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ ﴾ (النساء)

علم اسرار الدین

علم اسرار الدین اس علم کو کہتے ہیں جس میں احکام شریعت کے علل واسباب اور ان کے حکم ومصالح بیان کئے جاتے ہیں اور یہ علم اس قدر دقیقہ سنجی پر مبنی ہے کہ صرف چند فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اس کے اصول وقواعد ممہد کئے ہیں۔ باقی اس فن میں اور صحابہ کی مساعی جمیلہ کا حصہ بہت کم شامل ہے بالخصوص اس میں صحابیات رضی اللہ عنہن کے کارنامے تو بالکل نظر نہیں آتے۔ لیکن تنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شریعت کے جن رموز واسرار کی گرہ کشائی کر دی ہے وہ دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن کی اس کمی کو پورا کر دیتی ہے بلکہ اس فن میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ان کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔ صحابہ سے اس علم کے متفرق مسائل احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسائل کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے اور انہوں نے مذکورہ بالا صحابہ سے بہت زیادہ شریعت کے اسرار ومصالح کی پردہ کشائی کی ہے اور بہ کثرت مسائل کے علل واسباب بیان کئے ہیں۔ (ماخوذ از: "سیرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا")

مثلاً عہد نبوت میں عورتوں کی اخلاقی حالت چونکہ قابل اعتماد تھی اس لئے ان کو صلوۃ میں شرکت جماعت کی اجازت تھی لیکن جب اخیر زمانہ میں عورتوں کے نظام اخلاق میں انحطاط پیدا ہو گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صاف صاف کہہ دیا:

"عورتوں نے اپنی حالت میں جو تغیرات پیدا کر لئے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں۔" (ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد والتشدید فی ذالک)

قرآن مجید کی مکی اور مدنی سورتوں میں متعدد فروق وامتیازات ہیں۔ مثلاً جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں ان میں زیادہ تر عقائد اور وقائع اخروی کا ذکر ہے اور مدنی سورتوں

میں بتدریج اوامرونواہی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک جاہل قوم میں آیا' اس لئے اس کو پہلے خطیبانہ اور واعظانہ طریقہ سے جنت اور جہنم کا حال سنایا گیا۔ جب اس سے لوگ متاثر ہو چکے تو اسلام کے احکام و قوانین اور اوامرونواہی نازل ہوئے۔ اگر زنا و شراب خوری وغیرہ سے اجتناب کا پہلے ہی دن مطالبہ کیا جاتا تو دفعتاً کون اس نامانوس آواز کو سنتا! اس قسم کے امتیازات و فروق کے دریافت کرنے پر یورپ کے علمائے مستشرقین کو بڑا ناز ہے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دن اس راز کو فاش کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں ان سے مروی ہے:

"قرآن کی سب سے پہلی سورہ جو نازل ہوئی وہ مفصل کی سورہ ہے' جس میں جنت و جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو پھر حلال و حرام (کا حکم) اترا۔ اگر پہلے یہ (حکم) اترتا کہ شراب مت پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ (حکم) اترتا کہ زنا نہ کرو تو کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ مکہ میں جب میں کھیلتی تھی تو یہ (حکم) اترا کہ ان کے وعدہ کا دن قیامت ہے اور قیامت نہایت سخت اور نہایت تلخ چیز ہے۔ سورہ بقرہ اور سورہ نساء جب اتریں تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھی۔ (باب تالیف القرآن)

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ میں قبائل باہم خانہ جنگیوں میں مصروف تھے' جن میں ان کے اکثر ارباب ادعاء جو اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے ہر نئی تحریک کی کامیابی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں' قتل ہو گئے۔ انصار ان لڑائیوں سے اس قدر چور ہو گئے تھے کہ اسلام آیا تو سب نے اس کو اپنے لئے رحمت سمجھا۔ چونکہ ارباب ادعاء کا طبقہ مفقود ہو چکا تھا اس لئے ان کی راہ میں کسی نے موانع پیدا نہیں کئے۔ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے پہلے ہی مدینہ میں اسلام کی ترقی کے راستے صاف کر دیئے تھے۔ یورپ کے فلسفہ تاریخ نے آج اس نکتہ کو حل کیا ہے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بہت پہلے ہم کو بتا دیا تھا:

"جنگ بعاث وہ واقعہ تھا جس کو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پہلے ہی سے پیدا کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو انصار کی جمعیت منتشر ہو گئی تھی اور ان کے سردار مارے جا چکے تھے۔ اس لئے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہ واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا۔" (بخاری شریف' باب القسامہ فی الجاہلیہ)

جن نمازوں میں چار رکعتیں ہوتی ہیں' قصر کی حالت میں ان کی صرف دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار میں سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہیں لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ یہ بتاتی ہیں:

"مکہ میں دو رکعت نمازیں فرض تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئیں۔ اور سفر کی نماز اپنی قدیم حالت میں چھوڑ دی گئی۔" (بخاری' باب الہجرت)

عبادت کا تو اللہ نے ہر وقت حکم دیا ہے لیکن احادیث میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہیں۔ اس لئے بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ یہ بیان فرماتی ہیں:

"عمر (رضی اللہ عنہ) کو وہم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تاک کر نماز نہ پڑھے۔"

(مسند احمد' جلد ۶' ص ۱۴۴)

یعنی آفتاب پرستی کا شبہہ نہ ہو' آفتاب پرستوں کے ساتھ وقت عبادت میں تشابہ نہ ہو۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے۔ اس بناء پر لوگ بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں۔ ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے

جواب دیا:

"یہ اس وقت تھا جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توڑ دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور ہو گئے۔" (ابوداؤد' باب صلوٰۃ القاعد)

ابوداؤد اور مسلم میں ان سے اس قسم کی اور روایتیں بھی مروی ہیں' جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

ہجرت کے بعد جب نمازوں میں دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں ہو گئیں تو مغرب میں یہ اضافہ کیوں نہیں کیا گیا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا یہ جواب دیتی ہیں:

"مغرب میں اضافہ نہ ہوا کیونکہ وہ دن کی وتر ہے۔" (مسند احمد' جلد ۶' ص ۲۴۱)

یعنی جس طرح رات کی نمازوں میں تین رکعتیں وتر کی ہیں اسی طرح دن کی نمازوں میں وتر کی یہ تین رکعتیں ہیں۔

نماز فجر میں تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے' اس لئے اس میں رکعتیں اور زیادہ ہونی چاہئیں لیکن دیگر نمازوں سے کم ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ یہ بیان فرماتی ہیں:

"نماز فجر میں رکعات کا اضافہ اس لئے نہیں ہوا کہ دونوں رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔" (مسند احمد' جلد ۶' ص ۲۴۱)

یعنی رکعتوں کی کمی کو طول قرأت نے پورا کر دیا۔

اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور وہ فرضیت صوم سے پہلے اسلام میں بھی واجب رہا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کی روایت احادیث میں مذکور ہے لیکن وہ نہیں بیان کرتے کہ جاہلیت میں اس دن کیوں روزہ رکھا جاتا تھا؟ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سبب یہ بیان فرماتی ہیں:

"اہل عرب رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے' کیونکہ اس روز کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔" (مسند احمد' جلد ۶' ص ۲۴۴)

باوجود یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے لیکن رمضان کے پورے مہینے

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح نہیں پڑھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ بیان فرماتی ہیں کہ پہلے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز تراویح ادا فرمائی تو کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا' تیسرے دن اور بھی لوگ جمع ہوئے اور چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد میں جگہ نہ رہی۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے اور لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔ صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا:

"رات تمہاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی' لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے قاصر رہو۔"

حج کے بعض ارکان مثلاً طواف کرنا' بعض مقامات میں دوڑنا' کہیں کھڑا ہونا' کہیں کنکری پھینکنا بظاہر فعل عبث معلوم ہوتے ہیں لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"خانہ کعبہ' صفا اور مروہ کا طواف' کنکریاں پھینکنا تو صرف اللہ کو یاد کرنے کے لئے ہے۔" (مسند احمد' جلد ۶' ص ۶۴)

قرآن مجید کے ارشادات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بھی ایک طرز عبادت تھا۔ چونکہ حج یادگار ابراہیمی ہے' اس لئے وہی طرز عبادت قائم رکھا گیا۔

مکہ معظمہ کے پاس محصب نام کی ایک وادی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام حج میں قیام فرمایا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اس میں قیام فرماتے رہے۔ اس بناء پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو سنن حج میں شمار کرتے تھے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کے قیام کی وجہ یہ بیان فرماتی تھیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں صرف اس لئے قیام کیا تھا کہ یہاں سے چلنے میں آسانی ہوتی ہے۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو رافع بھی اس مسئلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہم زبان ہیں۔ (مسلم' استحباب النزول بالمحصب۔ مسند احمد' جلد ۶' ص ۱۶۰)

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے لیکن متعدد صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے نزدیک یہ حکم وقتی تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان ہی لوگوں میں ہیں اور اس وقتی حکم کا سبب یہ بتاتی ہیں:

"یہ نہیں ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد حرام ہو جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے تھے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جو لوگ قربانی کریں وہ ان لوگوں کو کھلائیں جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے۔"

(مسند احمد' جلد ۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی حدیث امام مسلم نے ایک خبر کی صورت میں بیان کی ہے یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس کے دیہاتوں میں قحط پڑا۔ اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا اور دوسرے سال جب قحط نہیں رہا تو اس کو منسوخ فرما دیا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی روایت ہے۔ (مسلم' کتاب الذبائح)

کعبہ کے ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوٹی ہوئی تھی جس کو حطیم کہتے ہیں اور طواف میں اس کو بھی اندر داخل کر لیتے ہیں' لیکن ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حصہ کعبہ کے اندر داخل نہیں اس کو طواف میں کیوں شامل کرتے ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "یا رسول اللہ! یہ دیواریں بھی خانہ کعبہ میں داخل ہیں؟" ارشاد ہوا: "تیری قوم کے پاس سرمایہ نہ تھا' اس لئے اتنا کم کر دیا۔" پھر عرض کی کہ اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں رکھا؟ فرمایا: "یہ اس لئے تاکہ وہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں' جس کو چاہیں روک دیں۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے ادھر کے دونوں ارکان کا بوسہ نہیں دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قائم نہیں ہے' شریعت ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا کہ اس کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر کرتے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اس کی وجہ یہ بیان فرمادی کہ "عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر اساس ابراہیمی پر تعمیر کراتا۔" (مسلم' باب نقض الکعبہ)

آج کل ہجرت کے معانی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ گھربار چھوڑ کر مدینہ جا کر آباد ہو جانا خواہ وہ پہلے جہاں آباد تھے کیسے ہی امن وامان کا ملک ہو' لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی حقیقت یہ بتائی ہے:

"اب ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت اس وقت تھی جب مسلمان اپنے دین کو لے کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈر سے دوڑا آتا تھا کہ اس کو تبدیلی مذہب کی بناء پر ستایا نہ جائے' لیکن اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ اب مسلمان جہاں چاہے اپنے رب کو پوج سکتا ہے' جہاں جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے۔" (بخاری' باب الہجرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف پیدا ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے؟ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیغمبر جہاں وفات پاتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں' لیکن اس کا اصلی سبب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ "اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔" (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلے میدان میں ہوتی لیکن

چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی سجدہ گاہ نہ بن جائے اس لئے حجرے کے اندر ہی مدفون ہوئے۔)"

(بخاری، آخر کتاب الجنائز۔ مسند احمد، جلد ٦، ص ١٢١)

علم حدیث

محدثین نے روایت حدیث کے لحاظ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پانچ طبقے قرار دیئے ہیں اور تقریباً ہر طبقے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں:

١) اول طبقہ: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار اسی طبقے میں ہوتا ہے۔

٢) دوسرا طبقہ: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں۔ اس میں کوئی صحابیہ شامل نہیں۔

٣) تیسرا طبقہ: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں ایک سو یا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو سے کم ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسی میں محسوب ہیں۔

٤) چوتھا طبقہ: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد روایت چالیس سے ایک سو تک ہے۔ اس طبقہ میں بکثرت صحابیات رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔ مثلاً: ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا وغیرہ۔

٥) پانچواں طبقہ: وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں۔ اس طبقے میں بھی بکثرت صحابیات رضی اللہ عنہن شامل ہیں، مثلاً: سیدہ ام قیس رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا،

سیدہ سبرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا' سیدہ کلثوم بنت حصین غفاری رضی اللہ عنہا' حضرت جداء بنت وہب رضی اللہ عنہا وغیرہ۔

فن درایت

روایت کے علاوہ حدیث کے متعلق درایت کی ابتداء صحابیات رضی اللہ عنہن ہی سے ہوئی:

یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض روایتوں پر درایتاً تنقید کی اور اس سے روایت کے خاص خاص اصول قائم ہوئے' مثلاً: ان کے سامنے جب یہ روایت کی گئی (یہ روایتیں ترتیب وار "عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علی الصحابہ" میں موجود ہیں۔ اخیر روایت کے علاوہ اور روایتیں "بخاری" میں بھی ہیں) "مردے پر اس کے اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے" تو انہوں نے درایتاً اس روایت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ خود قرآن مجید میں ہے:

﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾

"ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔"

گویا رونا اہل وعیال کا گناہ ہے' اس کا عذاب مردے پر کیوں ہوگا؟ اس سے یہ اصول قائم ہوا کہ جو روایت نصوص قرآنیہ کے خلاف ہو وہ قبول نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ اصول کی رو سے انہوں نے متعدد روایتوں کی تنقید کی ہے' مثلاً: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں یہ خیال پھیل گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا' لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس کا ذکر آیا تو بولیں: "جو شخص یہ روایت کرے وہ دروغ گو ہے" اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾

"اللہ کو کوئی نگاہ پا ہی نہیں سکتی اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ لطیف اور خبیر ہے۔"

ان کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ "نحوست عورت' گھوڑے اور گھر میں ہے"
توانہوں نے اس کا انکار کیا اور یہ آیت پڑھی:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ﴾

"زمین میں یا تمہارے اندر تمہیں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ پہلے سے لکھی ہوتی ہیں۔"

غزوۂ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا:

"اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا' اس کو پالیا۔"

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ مردوں کو پکارتے ہیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:

"تم ان سے زیادہ نہیں سنتے' لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب یہ روایت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بلکہ یہ ارشاد فرمایا تھا:

"وہ اس وقت یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا۔"

اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾

"اے پیغمبر! تو مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا اور نہ ان کو جو قبر میں ہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے کفار' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن ہی نہیں سکتے تھے۔ (بخاری' غزوۂ بدر)

عام طور پر لوگ متعہ کی حرمت میں احادیث پیش کرتے ہیں لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک شاگرد نے جواز متعہ کی روایت کی نسبت ان سے پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب حدیث سے نہیں دیا بلکہ فرمایا: "میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔"

پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُمَلُوْمِيْنَ ﴾

"جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیبیوں یا لونڈیوں کے' ان پر کوئی ملامت نہیں۔"

اس لئے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں۔

(اصابہ' سیوطی بحوالہ حاکم)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حرامی لڑکا تینوں (ماں' باپ' بچہ) میں بدتر ہے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: "یہ صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک منافق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ لوگوں نے عرض کی کہ "یا رسول اللہ! اس کے علاوہ وہ ولدالزنا بھی ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ تینوں میں بدتر ہے یعنی اپنے ماں باپ سے زیادہ برا ہے۔" یہ ایک خاص واقعہ تھا' عام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾

"کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔"

یعنی قصور تو ماں کا ہے۔ بچہ کا کیا گناہ ہے جس کی بناء پر وہ ان سے برا قرار دیا جائے۔"

(مسند دارمی' ص ۲۹)

علم فقہ

عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں علم فقہ کوئی مدون و مرتب علم نہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے۔ سوال واستفسار کے ذریعہ سے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے مسائل دریافت کئے جاسکتے تھے لیکن

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ تو فرط ادب سے اور کچھ اس لئے کہ قرآن مجید نے سوال کی ممانعت کر دی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم مسائل دریافت کرتے تھے۔ مسند دارمی میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف تیرہ مسائل دریافت کئے، جو کل کے کل قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۲)

اس بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فقہی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام اعمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا بغور مطالعہ کرتے تھے اور قرائن وامارات سے ان اعمال کی شروط وارکان کو مباح، واجب اور منسوخ وغیرہ قرار دیتے تھے۔ (مسلم، کتاب الطہارت)

لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کو اس طرح سے فائدہ اٹھانے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ نیز جو فقہی مسائل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ عام طور پر بیان بھی نہیں کئے جا سکتے تھے، اس لئے صحابیات رضی اللہ عنہن کو ہی زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی۔ چنانچہ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"انصار یہ عورتیں کس قدر اچھی تھیں کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیاء باز نہیں رکھ سکتی تھی۔"

غرض اس طریقہ تعلیم سے صحابہ وصحابیات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو مختلف فوائد پہنچے اور اس طرح ان کے تین طبقے قرار پائے:

۱) مکثرین: وہ لوگ جن سے بکثرت مسائل منقول ہیں۔
۲) مقلین: وہ لوگ جن سے بہت کم مسائل مروی ہیں۔
۳) متوسطین: وہ لوگ جو ان دونوں طبقوں کے بین بین ہیں۔

ان تینوں طبقوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو صحابیات رضی اللہ عنہن شامل

ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں:

مکثرین میں جن کے متعلق علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ہر ایک کے فتاویٰ سے ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا داخل ہیں۔

متوسطین میں جن کے فتاویٰ رسالوں کی صورت میں جمع ہو سکتے ہیں' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔

مقلین جن سے صرف چند مسائل منقول ہیں' ان میں بکثرت صحابیات رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔ مثلاً: سیدہ ام عطیہ' سیدہ صفیہ' سیدہ ام حبیبہ' سیدہ لیلیٰ بنت قائف' سیدہ اسماء' سیدہ ام شریک' سیدہ خولا' سیدہ عاتکہ بنت زید' سیدہ سہلہ' سیدہ جویریہ' سیدہ میمونہ' سیدہ فاطمہ' سیدہ فاطمہ بنت قیس (رضی اللہ عنہن) وغیرہ۔

✪

مناقب صحابیات رضی اللہ عنہن

یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے افضل کون ہے؟ کتاب و سنت کی پیروی کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تمام صحابہ میں سے افضل ہیں اور خود خلفاء میں فضیلت کے مدارج ترتیب خلافت کی رو سے قائم ہوئے ہیں لیکن علامہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ اس مسئلہ کو انہوں نے اپنی کتاب "**الملل والنحل**" میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اسی سلسلہ میں ان آیات واحادیث کے جوابات بھی دیئے ہیں جن سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا درجہ عموماً مردوں سے کم ہے۔ لیکن اس وقت ہم ان مباحث میں پڑنا نہیں چاہتے بلکہ دینی اور اخلاقی حیثیت سے جو وجوہ فضیلت قائم ہو سکتی ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر صحابیات رضی اللہ عنہن کے مناقب میں صحیح حدیثیں نقل کر دیتے ہیں' جن سے ثابت ہو گا کہ جن وجوہ کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کی بنیاد قائم ہوئی ہے ان میں ان کے ساتھ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں۔

اسلام میں سب سے بڑی فضیلت تقدم فی الاسلام ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس فضائل میں یہ فضیلت سب سے نمایاں ہے' لیکن اس فضیلت میں ان کے ساتھ دو عورتیں بھی شامل ہیں یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا یا ام ایمن رضی اللہ عنہا۔ چنانچہ بخاری' مناقب ابو بکر (رضی اللہ عنہ) میں سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانچ غلام' دو عورتیں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔"

تقدم فی الاسلام کے بعد سب سے بڑی فضیلت تقدم فی الہجرت ہے اور اس فضیلت میں تمام مہاجرات ادلات، صحابہ کی شریک ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں:

"ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیبیوں میں مہاجرات ادلات فضیلت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شریک ہیں۔ ان میں کسی عورت کو کسی عورت پر اور کسی مرد کو کسی مرد پر فضیلت حاصل ہے۔ عورتوں میں بعض عورتیں بہت سے مردوں پر فضیلت رکھتی ہیں اور اسی طرح مردوں میں بعض مرد بہت سی عورتوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضیلت کا کوئی درجہ ایسا نہیں بیان کیا جس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو شامل نہ کیا ہو۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔"

(الملل والنحل، جلد ۴، ص ۱۲۶)

اسلام میں سب سے پہلی ہجرت حبشہ کی ہجرت ہے اور اس ہجرت میں ایک صحابیہ کو ایک ایسا شرف حاصل ہوا جس پر تمام مہاجرین حبشہ کو ناز تھا۔ چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہمیں مدینہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا حال معلوم ہوا تو ہم نے بھی اپنی قوم کے ۵۲ یا ۵۳ آدمیوں کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کشتی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سوء اتفاق سے کشتی حبش میں جا پڑی اور ان لوگوں کی ملاقات سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء سے ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا: "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھیجا ہے اور یہیں اقامت کا حکم دیا ہے۔ تم لوگ بھی ہمارے ساتھ اقامت کرو۔" ان لوگوں نے وہاں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ جب خیبر فتح ہوا تو سب کے سب ایک ساتھ آئے اور خیبر ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ اس موقع پر ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ جو لوگ غزوۂ خیبر میں شریک نہ تھے ان میں ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مال غنیمت میں حصہ نہیں دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے کہا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ وہ ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو گئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ ان کا نام سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ بحریہ (یعنی سمندر کی رہنے والی) ہے۔" سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہاں، ہم ہیں۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، ہم تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق ہیں۔" یہ سن کر سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا برہم ہوئیں اور کہا: "عمر! تم غلط کہتے ہو، اللہ کی قسم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے اور تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے۔ جبکہ ہم حبش کی دور ترین مبغوض زمین میں پڑے ہوئے تھے۔ ہمیں ایذا دی جاتی تھی، ہم خائف رہتے تھے اور یہ سب کچھ صرف اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات کے لئے تھا۔ اللہ کی قسم! تم نے جو کچھ کہا ہے جب تک اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کرلوں گی، نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی۔ اللہ کی قسم! کسی قسم کا جھوٹ نہ بولوں گی، کجروی اختیار نہ کروں گی اور اس واقعہ میں کوئی اضافہ نہ کروں گی۔" چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن کر فرمایا: "وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ عمر اور ان کے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہے اور تم اہل کشتی کی دو ہجرتیں ہیں۔" سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ "(اس کے بعد) سیدنا ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) اور دوسرے کشتی والے جوق در جوق میرے پاس آتے تھے اور اس حدیث کو پوچھتے تھے۔ ان کے لئے دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ مسرت خیز اور باعظمت نہ تھی۔ سیدنا ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) بار بار مجھ سے اس حدیث کو پوچھتے تھے۔" (مسلم، باب من قضاء جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا و اہل سفینتہم)

فضیلت کی ایک بڑی وجہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس محبت کی وجہ سے

بعض صحابیات رضی اللہ عنہن کو وہ درجہ تقرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا جو صرف مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سوا بجز سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ماں) کے کسی عورت کے پاس تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ چنانچہ اس کی وجہ پوچھی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے ان پر رحم آتا ہے کیونکہ ان کے بھائی میرے ساتھ شہید ہوئے تھے۔" (صحیح مسلم، باب من فضائل ام انس ابن مالک رضی اللہ عنہ وبلال رضی اللہ عنہ)

جس لطف و محبت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے اسی لطف و محبت کے ساتھ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری بھی کرتی تھیں۔ بخاری، کتاب الاستیذان میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے تو وہ بچھونا بچھا دیتیں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے۔ جب سو کر اٹھتے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیتیں۔ مرتے وقت وصیت کی کہ کفن میں حنوط کے ساتھ عرق (پسینہ) مبارک بھی شامل کیا جائے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو بھی اکثر یہ شرف حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ معمول تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبا کو تشریف لے جاتے تو ان کے پاس ضرور جاتے۔ وہ اکثر کھانا لے کر پیش کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے۔ سو جاتے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے جوئیں نکالتیں۔ (بخاری، کتاب الجہاد، ص ۳۹۱)

مخصوص صحابیات کے علاوہ قومی حیثیت سے بھی بعض صحابیات کو بعض معاشرتی فضائل حاصل ہیں اور ان فضائل میں قبیلہ قریش کی تمام صحابیات شامل ہیں۔ مثلاً ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کی تو انہوں نے معذرت کی کہ: "میرا سن زیادہ ہو گیا ہے اور میرے لڑکے ہیں (جن کی پرورش میرے لئے ضروری ہے)۔" اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً قریشی عورتوں کی

یہ فضیلت بیان کی:

"شتر سوار عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں۔ بچپن میں اپنے یتیم بچے سے محبت کرتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔" (مسلم' باب من فضائل نساء قریش)

انصار کا قبیلہ اسلام میں خاص درجہ فضیلت رکھتا ہے اور اس قبیلہ کے مرد اور عورت دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکساں محبوب تھے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ایک بار انصار کی عورتیں اور انصار کے لڑکے ایک شادی کی تقریب سے واپس آرہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا کہ "تم لوگ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔"

دوسری روایت میں ہے کہ ایک انصاریہ صحابیہ اپنے بچے کو لے کر آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو فرمائی اور اس سلسلہ میں دوبار فرمایا: "اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم (یعنی انصار) تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔" (مسلم و بخاری 'کتاب المناقب' باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانصار انتم احب الناس الی)

ان فضائل کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی صحابیات رضی اللہ عنہن کی قدر و منزلت کو قائم رکھا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "آؤ چلیں' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان (یعنی سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا) کی ملاقات کو جایا کرتے تھے اسی طرح ہم بھی ان کی ملاقات کر آئیں۔" چنانچہ جب ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ ان لوگوں نے کہا: "کیوں روتی ہو! اللہ تعالیٰ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو درجہ ہے وہ نہایت بہتر ہے۔" بولیں: "میں اس لئے نہیں روتی کہ میں اس سے ناواقف ہوں بلکہ اس لئے روتی ہوں کہ وحی کا

آسمانی سلسلہ ٹوٹ گیا۔" اس پر یہ دونوں بزرگ بھی رو پڑے۔ (مسلم' باب من فضائل سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا)

عام صحابیات کے علاوہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جو عزت حاصل تھی عورتوں کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حرم محترم نے انتقال کیا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سجدے میں گر پڑے۔ لوگوں نے کہا: "آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں؟" بولے: "جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو۔ پھر ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہو گی!" (ابوداؤد' کتاب الصلوٰۃ)

مقام سرف میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ساتھ تھے' بولے: "یہ میمونہ ہیں۔ ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو۔" (نسائی' کتاب النکاح ذکر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النکاح وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم)

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم عزت و محبت کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر اپنی جائدادیں وقف کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی' جو چار ہزار درہم پر فروخت کیا گیا۔ (ترمذی' کتاب المناقب سیدنا عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم' ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے۔ جب ان کے پاس کوئی میوہ اور کھانے کی کوئی عمدہ چیز آتی تو ان پیالوں میں تقسیم کر کے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ (مؤطائے امام مالک' کتاب الزکوٰۃ' باب حرمتہ اہل الکتاب والمجوس)

سن ۲۳ ہجری میں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ امیر الحجاج بن کر گئے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی نہایت عزت کے ساتھ ہمراہ لے گئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ

عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب آنے نہیں دیتے تھے۔ ازواج مطہرات منزل پر اترتی تھیں تو سیدنا عثمان اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد' تذکرۂ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ)

عام مسلمان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ جو عقیدت رکھتے تھے' اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لوگ عام طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو لاتے تھے اور وہ ان کے لئے دعائے برکت فرماتی تھیں۔
(ادب المفرد' باب الطیرہ من الجن)

سیدہ عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ لوگ دور دور سے میرے پاس آتے تھے۔ چونکہ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقرب حاصل تھا اس لئے بوڑھے بوڑھے لوگ میرے پاس آتے تھے' جوان لوگ مجھ سے بھائی چارہ کرتے تھے اور مجھ کو ہدیہ دیتے تھے اور اطراف ملک سے خطوط بھیجتے تھے۔ (ادب المفرد' باب الکتابہ الی النساء وجوابہن)

غرض ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت و مرد دونوں کا درجہ یکساں بلند کیا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور عام مسلمانوں نے اس درجہ کو قائم رکھا' لیکن صحابیات رضی اللہ عنہن کو یہ درجہ صرف دین و اخلاق اور حسن معاشرت کی بناء پر حاصل ہوا تھا اور آج بھی انہی چیزوں سے عورتیں اپنے درجے کو بلند کر سکتی ہیں' ان شاء اللہ!

✪

ہماری اہم مطبوعات

بنات رسول ﷺ
پاکیزہ سیرت، شاندار دینی کردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے مستند حالات زندگی، جو مسلمان خواتین کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نیک ماؤں کا مثالی کردار
(اول، دوم)

دین کی روشنی میں اولاد کی تربیت و تادیب کے سلسلہ میں صالح ماؤں کے اثر آفریں واقعات، کہانیوں اور مضامین کے مجموعے — جو ہر مسلم خاتون کے لئے ازبس ضروری ہیں۔

ہجرت اور جہاد

ہجرت اور جہاد کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر مشتمل موثر کتابچہ — پر مغز اور اطمینان بخش مواد۔

سینما سے مسجد تک

مسلم و غیر مسلم ممالک کی فلمی دنیا سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین فنکاروں، گلوکاروں وغیرہ کے قبول اسلام/ تائب ہونے کی داستانوں، انٹرویوز اور فیچرز پر مشتمل نہایت ایمان افروز کتاب۔

اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ

مسلمان خواتین کے اہم حقوق و فرائض کے حوالے سے برطانیہ اور جرمنی کی دو نو مسلم خواتین کی جذبہ افروز اور پر مغز تقاریر — اب تحریری شکل میں!

نور ایمان سے محروم بد نصیب لوگ

بچوں اور بڑوں سب کے مطالعہ کے لئے دلچسپ اور نصیحت افزاء سچی کہانیاں

حجاب کی برکات..... نو مسلم خواتین کے مشاہدات

حجاب/ پردہ کے اسلامی تصور کے حوالے سے مختلف ممالک کی نو مسلم خواتین کے ایمان افروز تاثرات و تجربات جو نسلی مسلمانوں کے لئے زبردست پر کشش ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان عورتوں کی بہادری

از

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

یورپ کے گولڈن ڈیڈس میں سب سے زریں کارنامہ ایک بہادر عورت کا واقعہ ہے جس نے موقع جنگ پر نپولین کے مقابلہ میں ایک سپاہی کا کام انجام دیا تھا۔ ۱۸۰۸ء میں جب نپولین بوناپارٹ پرتگال کی مہم سر کرچکا تو اپنے بھائی جوزف کو یہاں اپنا قائم مقام چھوڑ کر اسپین کی طرف بڑھا۔ دارالسلطنت آرگان کے شہر زرگوزا (سرقوسہ) میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اسپین نے جنگی طاقت کے علاوہ قومی جوش سے بھی اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا۔ تمام ملک میں وطن اور قوم کی جے پکاری جانے لگی اور ہر شخص اپنے ملک پر جان فدا کرنے پر مستعد ہوگیا۔ اس موقع پر جنس انسانی کے ایک کمزور اور نازک طبقہ نے بھی حتی الامکان وطن کے لئے جان فروشی کی۔

عورتوں اور ضعیف بچوں کی سرفروشی اور کیا ہوسکتی تھی! انہوں نے مجروح سپاہیوں کی خدمت کی۔ کونٹسٹ بیوریٹا نے عورتوں اور بچوں کی ایک جماعت ترتیب دی جن کے متعلق یہ خدمت سپرد کی کہ موقع جنگ پر سپاہیوں کو کھانا پہنچائیں' زخمی سپاہیوں کو میدان کارزار سے اٹھا لائیں اور ان کی تیمارداری اور مرہم پٹی کریں۔ اسی جنگی تاریخ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اگسٹینا زرالوازا ایک دن ایک سپاہی کا کھانا لئے جاتی تھی کہ اثنائے راہ میں ایک خوفناک سین اس کو نظر آیا۔ عین معرکہ میں ایک گولہ انداز سپاہی کو گولی لگی اور وہ گر گیا۔ دوسرے سپاہی کھڑے ہیں اور ہمت کرتے ہیں کہ مقتول سپاہی کی جگہ کھڑے ہو کر دشمن کو ادھر آنے سے روکیں مگر بندوق کی گولیاں ان زوروں سے برس رہی تھیں کہ آگے بڑھتے ہوئے لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ بہادر اگسٹینا دوڑ کر مقتول سپاہی کی جگہ پر پہنچی اور اس توپ میں جس کو مقتول سپاہی نے ٹھیک دشمنوں کے نشانے پر رکھا تھا دیا سلائی لگادی اور اخیر معرکہ تک اس کا دست ہمت شل نہ ہوا اور وہ برابر کام کرتی رہی۔

اختتام جنگ پر اگسٹینا کو معلوم ہوا کہ اس نے اپنے شوہر کی طرف سے یہ خدمت ادا کی، جس کی مردہ لاش توپ کے پیچھے پڑی تھی۔ ملک و قوم نے اگسٹینا کی خدمت کو اس نگاہ عزت سے دیکھا کہ جب تک وہ زندہ رہی سلطنت سے اس کو وظیفہ ملتا رہا۔ یورپین ارباب قلم نے گولڈن ڈیڈس کے سب سے قیمتی اور قابل عزت سلسلہ واقعات میں اس کا ذکر کیا۔

جان آف آرک یورپ کی ایک بہادر عورت تھی جس نے مردانہ لباس پہن کر بطور سپہ سالار کے ۱۴۲۸ء میں آرلینس کا محاصرہ کیا، "پیٹی" کی لڑائی میں انگریزوں کو شکست دی اور چارلس ہفتم کو تخت پر بٹھایا۔ ۱۴۳۱ء میں اس جرم پر کہ "اس میں یہ مافوق الفطرہ قوتِ بزور سحر ہے" جلا دی گئی۔ جان کے کارناموں کی انتہائے شہرت یہ ہے کہ اسکول کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے اور اب ۱۹۲۰ء میں یورپ نے اس کے ولید ہونے کو تسلیم کر لیا ہے۔

(۱)

اس کے مقابلہ میں ہماری قومی تاریخوں میں اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے کان ان سے آشنا نہیں ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی عرب میں یہ دستور تھا کہ معرکہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک رہتی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی جماعت صف جنگ سے پیچھے رہتی تھی۔ ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ مجروح سپاہیوں کی تیمارداری کریں، گھوڑوں کی خدمت کریں، اپنے شوہروں کو آرام پہنچائیں۔ اسلاف کے تاریخی کارناموں کے رجز سے جوش پیدا کریں، غنیم کے مقتول سپاہیوں کے ہتھیار کھول لیں یا بھاگتوں کو گرفتار کریں اور مردوں کی حفاظت کریں۔

عرب کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم فخر کے لہجہ میں کہتا ہے:

ترجمہ اشعار: "ہماری صف کے پیچھے حسین عورتیں ہیں۔ ہم کو برابر ڈر رہتا ہے کہ ان کی اہانت نہ ہو اور دشمن ان پر قبضہ نہ پائیں۔ ان عورتوں نے میدانِ قتال میں جانبازی

(۱) یہ مضمون علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ۱۹۲۰ء میں لکھا تھا۔ (ادارہ)

سیدہ ام رفیدہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کا ایک خیمہ تھا جس میں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (ابوداؤد' ج ۱' ص ۲۶۰)

ام زیاد اشجعیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوۂ خیبر میں چرخہ کات کر مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ وہ میدان سے تیر اٹھا کر لاتی تھیں اور سپاہیوں کو ستو پلاتی تھیں۔
(صحیح مسلم' ج ۲' ص ۱۰۵' طبع مصر)

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے سات غزوات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے کھانا پکایا تھا۔ (طبری' مطبوعہ یورپ' جلد ۶' ص ۲۳۱۶)

ان جریر طبری اک موقع پر لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو ایک جگہ جمع کر کے صف کے پیچھے ڈال دیا اور جو لوگ مقتولین کی تجہیز و تکفین کے لئے متعین تھے وہ مجروحوں کو عورتوں کے سپرد کرتے اور جو شہداء ہوتے ان کو دفن کر دیتے۔ "اغواث" اور "ارماث" کی لڑائیوں میں جو فتح قادسیہ کے سلسلہ میں لڑی گئی تھیں عورتیں اور بچے قبر کھودتے تھے۔ (ایضاً' ج ۶' ص ۲۳۶۳)

قادسیہ کی لڑائی کا واقعہ ایک عورت جو موقع جنگ پر موجود تھی اس طرح بیان کرتی ہے کہ جب لڑائی کا خاتمہ ہو چکا تو ہم اپنے کپڑے کس کس کر رزمگاہ کی طرف چلے۔ ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ میدان میں جہاں کوئی مسلمان مجروح سپاہی نظر آیا اس کو اٹھا لیا۔
(طبری' مطبوعہ یورپ' ج ۶' ص ۳۶۳)

مذکورہ بالا واقعات سے دینی ولولہ' قومی ہمدردی' غیرت اور بہادری کے علاوہ ان خدمات کی بھی تفصیل معلوم ہوتی ہے جو لڑائیوں میں عورتوں کے متعلق تھیں:

۱) زخمیوں کو پانی پلانا۔
۲) فوج کے کھانے کا انتظام۔
۳) قبر کھودنا۔
۴) مجروح سپاہیوں کو معرکہ جنگ سے اٹھا لانا۔

۵) زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرنا۔

۶) ضرورت کے وقت فوج کو ہمت دلانا اور ان کی امداد کرنا۔

قرن اول کی تمام لڑائیوں کا مرقع ایک ایک کرکے تم اپنے سامنے رکھو' عموماً صف جنگ کے پیچھے تم عورتوں کو اپنے ادائے فرض میں مشغول پاؤ گے۔ مسلمان عورتوں کی سب سے آخری خدمت کے متعلق تفصیلی واقعات کی ضرورت ہے' جس سے یہ معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کا یہ کمزور طبقہ اس نازک خدمت کو کس خوبی سے انجام دیتا تھا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا عموماً غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔
(اسد الغابہ' جلد ۵' ص ۵۹۱)

سیدنا طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہا) کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی نصرت کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ اگر مردوں کی طرح مجھ میں بھی استطاعت ہوتی تو میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑتی۔
(استیعاب' تذکرۂ سیدنا طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ)

غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہودیوں سے لڑ رہے تھے کہ بنو قریظہ لڑتے لڑتے اس مقام کے قریب پہنچ گئے جہاں مسلمان عورتیں اور بچے چھپے تھے۔ بنو قریظہ اور مسلمان عورتوں کے درمیان کوئی ایسی فوج نہ تھی جو عورتوں کی حفاظت کر سکے۔ اسی اثناء میں ایک یہودی ان عورتوں کی طرف نکل آیا۔ خوف یہ تھا کہ اگر یہ یہودی بنو قریظہ سے کہہ آیا کہ ادھر عورتیں ہیں تو میدان خالی پا کر وہ عورتوں پر حملہ کر دیں گے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں' سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس یہودی کو قتل کر دو۔ سیدہ حسان رضی اللہ عنہ نے عذر کیا۔ آخر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خیمہ

کا ایک ستون لے کر خود اتریں اور اس یہودی کو اس ستون سے وہیں مار کر گرا دیا۔ مورخ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی۔ (اسد الغابہ' تذکرۂ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا)

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا ایک مشہور صحابیہ تھیں۔ قبل از ہجرت مقام عقبہ میں جب مدینہ کے مسلمانوں نے کفار قریش سے چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد اور اسلام کی اشاعت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو اس مختصر جماعت میں جو اسلام کی سب سے پہلی جماعت تھی' سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ اسلامی تاریخ میں اسی واقعہ کو بیعت عقبہ کہتے ہیں۔ سن ۶ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی نیت سے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور مکہ میں داخل ہونے کے لئے قریش سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر مکہ گئے' تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) کر ڈالا ہے۔ اس وقت تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش سے لڑنے اور مرنے پر بیعت لی' جو تاریخ اسلام میں "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا اس "بیعت رضوان" میں بھی موجود تھیں بلکہ عین اس وقت جب احد میں عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے' اور جان نثار آگے آ آ کر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے' یہ بہادر خاتون بھی تیغ بدست حملہ آوروں کو مار مار کر پیچھے ہٹا رہی تھیں۔ اس دن کئی زخم ان کے دست و بازو میں آئے تھے۔ اسی طرح دیگر غزوات میں بھی ان سے بے مثال بہادری کے کارنامے ظہور میں آئے ہیں۔

(اسد الغابہ' ج ۵' ص ۶۰۵)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے ادعائے نبوت کیا اور مقام یمامہ میں ایک خون ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس جنگ میں جو

"جنگ یمامہ" کے نام سے مشہور ہے ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں اور جب تک ان کا ہاتھ زخمی نہ ہوا دشمنوں سے لڑتی رہیں۔ اس دن ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بارہ زخم لگے تھے۔ (فتوحات اسلامیہ / سید دحلان، ص ۴۶)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کو جزیرہ نمائے عرب سے باہر قدم رکھنے کے لئے مشرق کی ان دو پر زور طاقتوں سے مقابلہ کرنا پڑا جو دنیا میں روم اور ایران کے مہیب ناموں سے مشہور تھیں۔ رومیوں کا وہ سب سے خونریز معرکہ جس پر ان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوا جنگ یرموک ہے اور ایرانیوں کی وہ سب سے آخری پر زور کوشش جس سے زیادہ زور و قوت صرف کرنا تخت کیانی کے امکان میں نہ تھا جنگ قادسیہ ہے۔ یہ دونوں معرکے تاریخ اسلام کے بہترین کارنامے ہیں جنھوں نے دنیا میں پھیلنے کے لئے اسلام کا راستہ صاف کر دیا۔

لیکن ان دونوں واقعوں میں مسلمانوں کو فتح یابی مخدرات اسلام کے زور بازو اور آتش بیانی کی ممنون ہے۔ محرم سن ۱۴ ہجری میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں مقام قادسیہ پر مقابلہ ہوا۔ ایرانیوں کی جمعیت ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور مسلمان کچھ اوپر تیس ہزار تھے۔ اس معرکہ میں کئی ہزار مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ عورتوں اور بچوں نے شہداء کی قبریں کھودیں اور مجروحوں کو میدان جنگ سے اٹھا لائے اور ان کی تیمارداری کی۔

قادسیہ کی لڑائی میں عورتوں کو کس قدر جوش تھا! اس کا اظہار ذیل کی تقریر سے ہوگا جو قبیلہ نخع کی ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں بھیجتے وقت کی تھی:

ترجمہ: "پیارے بیٹو! تم اسلام لائے اور پھر پھرے نہیں، تم نے ہجرت کی تو تم کو کسی نے ملامت نہ کی۔ تمہارا وطن تمہارے ناموافق تھا نہ تم پر قحط پڑا تھا۔ تم نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ ملا کر اہل فارس کے سامنے ڈال دیا۔ اللہ کی قسم! تم ایک باپ کی اولاد ہو، جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو۔ نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ میں نے تمہارے ماموں کی فضیحت کی۔ جاؤ اور شروع سے اخیر تک لڑو۔"

(طبری، جلد ٦، ص ٢٣٠٦)

بیٹوں نے ایک ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا اور بڑی بہادری سے لڑے۔ جب نظروں سے غائب ہو گئے تو اس بوڑھی عورت نے دعا کو ہاتھ اٹھایا کہ اے اللہ! میرے بچوں کو بچانا۔ اختتام جنگ پر بہادر بیٹے صحیح و سالم اپنی ماں کے پاس آئے اور غنیمت کا مال ماں کے آگے ڈال دیا۔

جنگ قادسیہ میں عرب کی مشہور شاعرہ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے چاروں بیٹے بھی شریک تھے۔ شب کے ابتدائی حصہ میں جب ہر سپاہی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا، آتش بیاں شاعرہ نے اپنے بیٹوں کو یوں جوش دلانا شروع کیا:(١)

ترجمہ: "پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے اور تم نے ہجرت کی۔ اللہ وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو، ایک باپ کے بھی بیٹے ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا اور نہ تمہارے حسب و نسب میں داغ لگایا۔ جو ثواب عظیم اللہ تعالیٰ نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لئے رکھا ہے، تم اس کو خود جانتے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ رہنے والی ہے اس دار فانی سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

(١) یہ دونوں واقعات موقع جنگ، تعداد اولاد اور بعض الفاظ کے اتحاد سے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن بعض اختلافات بھی ایسے ہیں جو ایک واقعہ نہیں ہونے دیتے۔ پہلی عورت قبیلہ نخع کی ہے اور دوسری خنساء قبیلہ مسلم کی ہے، پہلی عورت کی مختصر اور سادہ تقریر ہے دوسری عورت کی تقریر طویل اور فصاحت اور جوش سے لبریز ہے جو سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے شایان شان ہے۔ "طبری" نے پہلی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے بیٹے مال غنیمت لے کر صحیح و سالم واپس آگئے جبکہ "ابن اثیر" نے دوسری عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے بیٹے شہید ہوئے اور ان کی تنخواہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کی ماں کو دیا کرتے تھے، واللہ اعلم بالصواب!

﴿ یاایھاالذین امنوا اصبروا وصابروا واربطو واتقوااللہ لعلکم تفلحون ﴾

"مسلمانو! صبر کرو اور استقلال سے کام لو' اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو۔"

کل جب خیریت سے تم ان شاء اللہ صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم خاص طور پر جنگ کی بھٹی کی طرف رخ کرنا اور جب دیکھنا کہ فوج غصہ سے آگ ہو رہی ہے تو غنیم کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اللہ کرے کہ تم دنیا میں مال غنیمت اور عقبٰی میں عزت پاؤ۔"

(اسد الغابہ' ابن اثیر جزری' جلد ۵' ص ۴۴۲)

صبح کو جنگ چھڑتے ہی سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے یک بارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور آخر کو بڑی بہادری سے چاروں لڑ کر شہید ہوئے۔ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ "اس اللہ کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف بخشا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آٹھ سو دینار سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو اس کے چاروں بیٹوں کی تنخواہ کے دیا کرتے تھے۔

واقعہ جسر کے بعد جس میں مسلمانوں کو ایرانیوں کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی تھی ایک دوسرا ہولناک معرکہ ہوا' جو "جنگ بویب" کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ بویب میں جس کو قادسیہ کی تمہید سمجھنا چاہئے مسلمانوں کو ایرانیوں کا بہت سا سامان رسد ہاتھ آگیا۔ مسلمان' عورتوں کو رزمگاہ سے بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ کھانے کا انتظام چونکہ عورتوں ہی سے متعلق تھا اس لئے مثنیٰ نے جو فوج کا سپہ سالار تھا یہ سارا سامان فوج کے ایک رسالہ کی حفاظت میں عورتوں کے پاس بھیج دیا۔ یہ رسالہ گھوڑے دوڑاتا ہوا عورتوں کی فرودگاہ کی طرف چلا۔ عورتیں سمجھیں کہ دشمن چڑھ آئے ہیں۔ عورتوں کے خیموں میں اسلحہ کہاں سے آتا۔ بچوں کو پیچھے کھڑا کیا اور خود پتھر اور خیمہ کی چوبیں لے لے کر حملہ

کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ عمر بن عبد المسیح جو اس رسالہ کا افسر تھا پکارا کہ "اسلامی فوج کی عورتوں کو بے شک ایسا ہی بہادر ہونا چاہیئے۔" یہ کہہ کر اس نے عورتوں کو مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری سنائی اور چیزیں ان کے سپرد کیں۔ (تاریخ طبری' جلد ۵' ص ۲۱۹۶)

میسان کی لڑائی میں اس سے بھی ایک عجیب بہادری عورتوں سے ظاہر ہوئی۔ دریائے دجلہ کے قریب اہل میسان اور مسلمانوں کا سامنا ہوا۔ مغیرہ جو اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے' میدان جنگ سے عورتوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اروئ بنت حارث نے جو طبیب العرب کلدہ کی پوتی تھیں' عورتوں سے کہا کہ "اگر ہم مسلمانوں کی مدد کرتے تو نہایت مناسب ہوتا۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دوپٹے کا ایک بڑا علم بنایا' دوسری عورتوں نے بھی اپنے اپنے دوپٹوں کی جھنڈیاں بنائیں۔ دونوں طرف کے بہادر دل توڑ کر حملے کر رہے تھے کہ اس سامان کے ساتھ عورتیں پرچم اڑاتی ہوئی فوج کے قریب پہنچ گئیں۔ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کی امداد کو ایک تازہ دم فوج اور پہنچ گئی غنیم کے بازو ست پڑ گئے اور آن کی آن میں یہ سیاہ بادل چھٹ گیا۔ (تاریخ طبری' جلد ۶' ص ۲۳۴۶)

عہد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اول اول سن ۱۳ ہجری میں مسلمانوں نے دمشق پر لشکر کشی کی۔ چند معرکوں کے بعد اہل دمشق قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے' معلوم ہوا کہ نوے ہزار رومی بڑے سروسامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی منتشر فوج تمام ملک شام میں پھیلی ہوئی تھی۔ سیدنا ابو عبیدہ اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی جو عراق کو پامال کر کے دمشق میں آ کر مل گئے تھے' یہ رائے قرار پائی کہ کل اسلامی فوج کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع ہونا چاہیئے۔ ان فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ کل افسران اسلام جہاں جہاں تھے اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے اجنادین کی طرف بڑھے۔

سیدنا ابو عبیدہ اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر

عزیمت پھراجنادین کی طرف مڑی۔

ایڈورڈ گبن نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کر کے مسلمان عورتوں کی عفت و عصمت، دلیری اور بہادری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ وہ عورتیں ہیں جو شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیراندازی میں نہایت ماہر تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی یہ اپنے دامن عفت کے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئی تھیں۔"

جنگ یرموک مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ اس معرکہ میں مسلمان کل چالیس ہزار تھے مگر جو تھے عرب میں انتخاب تھے۔ رومیوں کی جمعیت دولاکھ سے زائد تھی اور یہ آدمیوں کا طوفان اس جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا کہ گمان تھا کہ ایک ٹکر میں یہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔ یرموک میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد میں چوگنے کا فرق تھا۔ عیسائیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ بیس ہزار رومیوں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں کہ ہٹنا چاہیں بھی تو نہ ہٹ سکیں۔

دولاکھ کا ٹڈی دل اس زور وشور سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا کہ اسلامی فوج کا داہنا بازو ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک آگیا۔ لخم وجذام کے قبیلے ایک مدت تک ان عیسائیوں کے ماتحت رہے تھے اور اب مسلمان ہو گئے تھے۔ میسرہ (بایاں حصہ) میں زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ رومیوں نے ان کی طرف رخ کیا تو یہ مرعوب ہو کر نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ رومی تعاقب کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتوں کے غصے کی انتہا نہ رہی، فوراً خیموں سے باہر نکل آئیں اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کا سیلاب جو نہایت سرعت سے آگے بڑھ رہا تھا دفعتاً تھم کر پیچھے ہوگیا۔ اب خواتین نے بھاگتوں کو روک کر پھر آگے بڑھایا اور فوج کی پشت پر آکر مسلمانوں کو غیرت دلا دلا کر جوش پیدا کرنے لگیں۔ عورتوں کی ان کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔ قریش کی عورتیں تلواریں گھسیٹ گھسیٹ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں اور حملہ کرتے ہوئے مردوں سے آگے نکل گئیں۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۳۴)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا عورتوں کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھیں اور نہایت دلیری سے لڑ کر زخمی ہوئیں۔ (طبری' ج ۵' ص ۲۲۱۶)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا مردوں کو مخاطب کر کے یہ کہتی تھیں:

(ترجمہ): "عربو! نامرد بن جاؤ نامرد" (بلاذری' ص ۱۴۱)

ضرار بن ازور کی بہن خولہ یہ شعر پڑھ کر مسلمانوں کو غیرت دلاتی تھیں:

(ترجمہ): "اے پاک دامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو! تم موت اور تیر کے نشانہ نہ بنو۔"

مؤرخ طبری نے اس جنگ میں سیدہ ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نام خصوصیت سے لے لیا ہے۔ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے تنہا نو رومیوں کو مار ڈالا۔ (اسد الغابہ' ج ۵' ص ۳۹۸)

جو عورتیں مردانہ وار جنگ یرموک میں لڑیں ابن عمر اقدی ان میں سے بعض کے نام بتاتا ہے: سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما' سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا' سیدہ کعوب بنت مالک رضی اللہ عنہا' سیدہ سلمٰی بنت ہاشم رضی اللہ عنہا' سیدہ نعم بنت قناس رضی اللہ عنہا' سیدہ عفیرہ بنتِ غفارہ رضی اللہ عنہا۔

جنگ یرموک کے بعد پھر مسلمانوں کی فوج رومیوں کے مقابلہ پر جا رہی تھی ۔ ایک روز اس نے دمشق کے قریب مرج الصفر میں قیام کیا۔ خالد بن سعید نے جنھوں نے حال ہی میں سیدہ ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا یہیں مسلمانوں کی دعوت ولیمہ کی۔ ایک پل کے قریب سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا کا خیمہ نصب ہوا جو اسی مناسبت سے اب تک "ام حکیم کا پل" کہلاتا ہے۔ ابھی لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے بھی لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس زور سے حملہ کیا

کہ رومیوں کو پسپا ہو جانا پڑا۔ سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا بھی نہایت دلیری سے لڑیں۔
رومیوں کے سات آدمی ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔ (اسد الغابہ)

جنگ جمل میں گو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فوج لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آنا خود ان کے نزدیک ایک اجتہادی غلطی ہے لیکن اس سے عورتوں کے استقلال' دلیری' ثابت قدمی کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔

فتوحات واقدی کی روایتیں اگر تسلیم کی جائیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ شام کی فتوحات میں عورتوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ خصوصاً سیدہ ام حکیم' سیدہ ام کثیر اسماء' سیدہ ام عبان' سیدہ ام عمارہ' سیدہ خولہ' سیدہ لبنیٰ' سیدہ عفیرہ (رضی اللہ عنہن) ان عورتوں نے بعض بعض موقعوں پر اس مردانگی سے جنگی خدمات انجام دی ہیں کہ مردوں سے بن نہیں آسکتے۔

عتبہ بن غزوان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر تھا۔ اروئ بنت حارث جو طبیب عرب کلدہ کی پوتی تھی' عتبہ کی بیوی تھی۔ عتبہ جب اہل مدینۃ الفرات سے سرگرم مقابلہ تھا تو اس کی بیوی اروئ اپنی تقریر سے لوگوں کو ابھارتی تھی اور جوش دلاتی تھی۔
(فتوح البلدان' بلاذری' صفحہ ۳۴۳' مطبوعہ یورپ)

دمشق کے حملہ میں جب سیدنا ابان بن سعید رضی اللہ عنہ' توما حاکم دمشق کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو ان کی بیوی سیدہ ام ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا اپنے مقتول شوہر کا سارا جنگی اسلحہ لگا کر قصاص لینے کو نکلیں اور دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہیں۔ اہل دمشق گو محصور تھے لیکن شہر پناہ کے برجوں سے برابر مسلمانوں کو جواب دیتے تھے۔ سب کے آگے ایک شخص ہاتھ میں طلائی صلیب لئے ہوئے ارباب ثلثہ سے دعائے فتح مانگ رہا تھا۔ سیدہ ام ابان رضی اللہ عنہا کو تیر اندازی میں بڑی قدرت تھی۔ ایسا تاک کر تیر مارا کہ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قلعہ کے نیچے گر پڑی۔ مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھائی۔ عیسائیوں سے صلیب اعظم کی یہ تذلیل دیکھی نہ گئی۔ توما غصہ سے شہر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور پھر ان کا اس زور کا رن پڑا کہ مسلمان گھبرا اٹھے۔ رومیوں نے

المثل تھا۔ اسلامی فتوحات میں اس کے کارنامے نہایت روشن ہیں۔ بخارا کے ترک بھی بڑے سروسامان سے مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلے۔ قبیلہ ازد نے کہا کہ: "پہلے تنہا ہم کو زور آزمائی کرنے دو۔" قتیبہ نے ان کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ ازدی بڑھے اور نہایت بہادری سے حملے کئے لیکن مقابلہ معمولی لوگوں سے نہ تھا۔ ترکوں نے اس ثابت قدمی سے جواب دیئے کہ ازدی ہٹتے ہٹتے قیام گاہ تک آگئے۔ ترکوں نے بڑھ کر اور زور سے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ عورتوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوا ہی چاہتی ہے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مار مار کر گھوڑوں کے رخ پھر میدان جنگ کی طرف پھیر دیئے اور ایک عام شور برپا کردیا۔ مسلمانوں کی ہمت بندھی اور سنبھل گئے اور پلٹ کر اس زور وشور سے حملے کئے کہ ترک پھر نہ جم سکے۔ گو اس موقع پر عورتوں نے تلواریں نہیں اٹھائیں لیکن یہ فتح بالکل عورتوں کی کوشش سے ہوئی۔ اگر عورتیں ہمت نہ کرتیں تو مسلمان میدان جنگ چھوڑ چکے تھے۔ (کامل' ابن کثیر' جلد ۴' صفحہ ۲۲۲)

اسلام میں خوارج کا فرقہ اپنی تاریخی حیثیت سے نہایت شہرت رکھتا ہے' جن کے کارنامے بعض مسلمان فرقوں کی طرح صرف خوفناک سازشیں ہی نہیں ہیں بلکہ بارہا حکومتوں اور جابرانہ شخصیتوں کے مقابلہ میں اس نے تلواریں علم کی ہیں۔ گو طلب مساوات' آزادی بیان اور تمنائے حریت کی بناء پر اس کی گردن ہمیشہ تلوار کے نیچے رہی لیکن اس کی اولوالعزمی اور شجاعت نے اس کو بہت دنوں تک زندہ رکھا اور اب تک ہے۔ سلطنت کے متعلق اس کے خیالات بالکل آج کل کے نہلسٹ فرقوں کے مشابہ تھے۔

سن ۷۷ ہجری میں جب عبدالملک شام میں حاکم تھا اور حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر تھا' شبیب خارجی نے موصل میں سلطنت کے خلاف سر اٹھایا۔ غزالہ شبیب کی بیوی اور جہیزہ شبیب کی ماں بھی شریک جنگ رہتی تھیں۔ حجاج نے شبیب کے دبانے کو یکے بعد دیگرے پانچ سردار بھیجے مگر ایک بھی میدان جنگ سے پھر کر نہ آیا۔ آخر عبدالملک نے شام سے فوجیں بھیجیں اور حجاج خود ان کو لے کر نکلا۔

شبیب موصل سے کوفہ کو چلا لیکن حجاج اس سے پہلے کوفہ پہنچ کر قصر الامارۃ میں اتر چکا تھا۔ غزالہ نے نذر مانی تھی کہ کوفہ کی جامع مسجد میں دو رکعت نفل پڑھوں گی۔ کچھ دن چڑھے غزالہ اپنے شوہر کے ساتھ صرف ستر آدمی لے کر جامع مسجد میں آئی' حالانکہ سارا شہر دشمن تھا اور خود شامی فوجیں کوفہ میں بھری پڑی تھیں۔ شبیب تلوار کھینچ کر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور غزالہ نے اندر جا کر اطمینان سے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور پھر معمولی نماز نہیں پڑھی' پہلی رکعت میں سورہ بقرہ پڑھی اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران' جن سے بڑی کوئی سورۃ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ دو دو اور ڈھائی ڈھائی پاروں میں تمام ہوئی ہیں۔ غزالہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے فرودگاہ کو چلی گئی اور حجاج کی ساری فوج دیکھی کی دیکھتی رہ گئی۔ جب لڑائی کی نوبت آئی تو حجاج کوفہ' بصرہ اور شام کی فوج لے کر نکلا۔ شبیب کی جمعیت گو اس کے مقابلہ میں نہایت مختصر تھی لیکن بہادری سے لڑی۔ حجاج اپنی فوج کے پیچھے کھڑا ہو کر خود جوش دلا رہا تھا۔ اس کی فوج برابر بڑھتی گئی یہاں تک کہ حجاج نے خوارج کی مسجد پر قبضہ کر لیا۔ غزالہ اور جہیزہ بھی لڑائی میں مشغول تھیں اور حجاج نے چپکے سے چند آدمی بھیجے' جنہوں نے پیچھے سے جا کر غزالہ کو مار گرادیا۔ شبیب اپنے مقتولین کو چھوڑ کر ہواز کی طرف چلا گیا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جہیزہ بھی اس لڑائی میں ماری گئی لیکن ابن اثیر اور طبری نے لکھا ہے کہ اس کے کچھ دن بعد جب شبیب کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر پل سے دریائے دجلہ میں گر پڑا اور شبیب آہنی زرہ اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ڈوب کر مر گیا تو کسی نے اس کی ماں سے جا کر کہا کہ شبیب مارا گیا ہے۔ اس کی ماں نے کہا: "شبیب مارا جائے' یہ ہو نہیں سکتا۔" آخر جب دوسری دن کہا گیا کہ نہیں شبیب ڈوب کر مر گیا ہے۔ تو اس نے کہا: "یہ ممکن ہے۔" اس واقعہ سے اس کی ماں کی بہادری کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک زندہ تھی۔

بعض لڑائیوں میں حجاج اور غزالہ کا سامنا ہو گیا۔ حجاج اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ

نکلا۔ حالانکہ یہ وہی حجاج تھا جس سے سارا عراق اور حجاز کانپتا تھا۔ ایک شاعر اسی واقعہ کو لکھ کر حجاج کو عار دلاتا ہے:

(ترجمہ): "حجاج مجھ پر تو شیر ہے لیکن معرکوں میں بزدل اور سست شترمرغ کی طرح بزدل ہو جاتا ہے۔ حجاج! تو لڑائی میں غزالہ کے مقابلوں میں کیوں نہ نکلا اور نکلتا کیونکر؟ تیرا دل تو (دھڑک) رہا تھا۔"

(ابن خلکان' ج ا' ص ۲۲۳۔ تفصیل دیگر تاریخوں سے لی گئی ہے۔)

سن ۱۳۹ ہجری میں منصور کے ایام حکومت میں قیصر روم نے ملطیہ پر فوج کشی کر کے اس کو بالکل ویران کردیا۔ منصور نے قیصر کی تادیب کو فوجیں روانہ کیں۔ صالح بن علی اور عباس بن محمد سپہ سالار تھے۔ ان لوگوں نے جا کر پہلے ملطیہ کو از سر نو آباد کیا اور پھر قسطنطنیہ کی طرف فوجیں بڑھائیں اور قیصر کے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا۔ ام عیسیٰ بنت علی اور لبابہ بن علی' صالح کی بہنیں اور منصور کی پھوپھیاں تھیں۔ انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ جب بنوامیہ کی حکومت برباد ہو جائے گی تو ہم جہاد کریں گے۔ چنانچہ ایفائے نذر کے لئے وہ بھی اس جہاد میں شریک تھیں۔ (ابن اثیر' جلد ۵' صفحہ ۱۹۷)

سن ۱۷۸ ہجری میں ہارون الرشید کے زمانہ میں ولید بن طریف خارجی نے خابور اور نصیبین میں علم بغاوت بلند کیا۔ ادبار کا ایک مشہور سردار یزید سیبانی اس بغاوت کے فرو کرنے کو بھیجا گیا۔ چند مقابلوں کے بعد خوارج نے شکست کھائی اور ولید مارا گیا۔ ولید کی بہن فارعہ کو جب اپنے بھائی کا حال معلوم ہوا تو اس نے زرہ پہنی' سارے ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شاہی فوج پر حملہ آور ہوئی۔ یزید دوسروں کو ہٹا کر خود اس کے مقابلہ میں آیا اور فارعہ کے گھوڑے کو ایک نیزہ مارا اور فارعہ سے کہا کہ "تم کیوں اپنے خاندان کو بدنام کرتی ہو' واپس چلی جاؤ۔" فارعہ میدان سے پھری لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس کی زبان پر خود اس کی تصنیف کے یہ دردناک اشعار تھے:

(ترجمہ): "اے خابور (نام مقام) کے درخت! تم کیوں سرسبز ہو؟ گویا تم ولید کی موت

پر بے قرار ہی نہ ہوئے۔ ولید ایک ایسا جوان تھا جو صرف زاد تقویٰ اور تیغ و نیزہ کی دولت پسند کرتا تھا۔ اے ولید! ہم نے تجھ کو اس طرح کھو دیا ہے جس طرح جوانی کو کوئی کھو دے۔ کاش! ہم اپنے ہزار جوان تیری ایک ذات پر فدا کرتے۔ ولید پر اللہ کی رحمت ہو۔ موت ایک ہر شریف کو آنے والی ہے۔"

یہ پورا مرثیہ اس قدر بلند اور پردرد ہے کہ اکثر علمائے ادب اس کو چشم ادب سے دیکھتے ہیں۔ ابو علی قالی نے اپنی "امالی" میں اس کو نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ فارعہ کے مرثیے سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے ہم پلہ ہیں۔ اس مرثیہ کا پہلا شعراس قدر مقبول ہے کہ عموماً علمائے بدیع اس کو تجاہل عارفانہ کی مثال پیش کرتے ہیں۔

ولید کی اس بہن کا نام ابن خلکان نے فارعہ اور فاطمہ لکھا ہے لیکن ابن اثیر نے اس کا نام لیلیٰ بتایا ہے۔ ابن خلدون نے اس واقعہ کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کا کچھ نام نہیں لکھا۔ بہرحال ہم کو کام سے غرض ہے، نام کچھ بھی ہو۔

قرون وسطیٰ میں صلیبی جنگ کا نہ صرف عیسائی مردوں پر نشہ چھایا تھا بلکہ عیسائی عورتیں تک جوش میں بھری ہوئی تھیں اور بقول عماد کاتب "بیسیوں عیسائی عورتیں میدان جنگ میں شریک تھیں۔" عام مسلمانوں میں صلیبی جنگ کے مقابلہ میں جوش پھیلا تھا، عورتیں بھی اس سے بے اثر نہ تھیں۔ اسامہ ایک مسلمان امیر تھا۔ جب وہ صلیبی جنگ میں شریک ہونے کو آیا تو اس کی ماں اور بہن بھی اس کے ساتھ تھیں۔ دونوں برابر ہتھیار لگا کر اسامہ کے ساتھ رہتی تھیں اور عیسائیوں پر حملہ کرنے میں اس کو مدد دیتی تھیں۔

(ابن خلکان، ج ا، ص ۲۲۳۔ تفصیل دیگر تاریخوں سے لی گئی ہے۔)

مسلمان ماؤں کے اسی دینی جوش کا اثر تھا کہ بچہ بچہ تک اس سے متاثر تھا۔ عیسائی ایک مدت سے عکا کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ تھک گئے اور ایک زمانے کی معیت کی وجہ سے مسلمانوں سے راہ و رسم پیدا ہو گئی تو انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ عیسائی اور مسلمان بچوں میں آپس میں مقابلہ ہونا چاہیے۔ کچھ عیسائی بچے ادھر سے اور کچھ

مسلمان بچے ادھر سے نکلے۔ دیر تک مقابلہ رہا۔ آخر اسلام کے ننھے ننھے ہاتھوں نے مسیحی بھیڑوں کے میمنوں کو رسیوں میں جکڑ کر باندھ دیا۔ (الفتح القسی فی الفتح القدسی)

ابھی ہم کو بیسیوں مسلم ممالک کے تاریخی اوراق الٹنے باقی ہیں۔ ایران و ترکستان و روم و افریقہ و مراکش و اندلس کے مسلمان خاندانوں کی بہادر خواتین کے حالات اس مختصر رسالہ میں نہیں آئے' حالانکہ ان ملکوں اور خاندانوں میں بہادر خواتین اسلام کی کمی نہیں۔ لیکن افسوس کہ دوسرے ضروری کاموں کی مصروفیت مزید تفصیل کی اجازت نہیں دیتی' مگر جاتے جاتے ہم خواتین اسلام کی ایک روحانی شجاعت و بہادری کا ذکر کرنا چاہتے ہیں' جو اس جسمانی شجاعت و بہادری سے بدرجہا بلند و برتر ہے۔ اس سے مراد ان کی اخلاقی و روحانی شجاعت و جرأت ہے۔

آغاز اسلام میں متعدد مسلمان خواتین نے اپنے دین وایمان کی خاطر سخت ۔سے سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں مگر کبھی جادہ حق سے روگردانی نہیں کی۔ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا' سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کی والدہ تھیں۔ ان کو ابوجہل نے اسلام لانے کے جرم میں ایسی برچھی ماری کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں۔

سیدہ ام لکیہہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اسلام سے پہلے ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے: "میں نے رحم کھا کر تجھ کو نہیں چھوڑا بلکہ اس لئے چھوڑا ہے کہ تھک گیا ہوں۔" وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں: "عمر! اگر تم مسلمان نہ ہو گے تو اللہ تم سے ان بے رحمیوں کا انتقام لے گا۔" سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا ایک اور صحابیہ تھیں' وہ بھی اسلام کی راہ میں بے حد ستائی گئیں۔ ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ سیدہ نہدیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام عبیس رضی اللہ عنہا یہ دونوں بھی صحابیہ تھیں۔ یہ بھی اسلام لانے کے "جرم" میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں۔ (یہ تمام واقعات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جب بنو امیہ کے مقابلہ میں حجاز میں اپنی

تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اس سرزمین پر جہاں مسلمانوں نے ۶۰۰ برس حکومت کی، آخری نظر ڈالتے ہوئے آنسوؤں کے تار اس کی دونوں آنکھوں سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سلطان کی والدہ عائشہ آگے بڑھ کر کہتی ہیں: "فرزند من! جس چیز کو تم مرد بن کر نہ بچاسکے اب اس کے لئے عورتوں کی طرح خوب رو لو۔"

("مسلمان اندلس" از: لین پول)

اس ایک فقرہ میں استقلال و جرأت کی کتنی روح بھری ہے۔

یہ گزشتہ بہادر خواتین اسلام کے کارناموں کا ایک دھندلا سا خاکہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ موجودہ خواتین اسلام آئندہ کی تاریخ اسلام کے لئے کیا کارنامہ دنیا میں چھوڑ جانا چاہتی ہیں؟

✪

ہماری اہم مطبوعات
بنات رسول ﷺ
نیک ماؤں کا مثالی کردار
اسوۂ صحابیات
حجاب کی برکات
نیک ماؤں کا مثالی کردار
ہجرت اور جہاد
سینما سے مسجد تک